صدائے عزادار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صدائے عزادار

ڈاکٹر ابوالحسن نقوی

کتاب نگر حسن آرکیڈ ملتان کینٹ

ضابطہ

جملہ حقوق محفوظ

تاریخ اشاعت:	جولائی 2008ء
پبلشر:	کتاب نگر حسن آرکیڈ ملتان کینٹ
	فون:061-4510444
کمپوزنگ:	الکتاب گرافکس ملتان
پرنٹر:	عاتکہ پرنٹرز ملتان
سرورق:	راشد سیال
ہدیہ:	200/= روپے

انتساب

میری پیاری والدہ مرحومہ

سیدہ سردار فاطمہ

کے نام

احترام اور دعا کے ساتھ

استادِ محترم ایس ثانی

سید وحید الحسن ہاشمی

کی صحت وسلامتی کی دعاؤں کے ساتھ

فہرست

اظہارِ خیال ....ڈاکٹر عاصی کرنالی	11
امام کون ہے مولا خطاب کس کا ہے	17
اب مژدۂ ظہور سنا دو مرے امام	18
عباسؑ نام دھر میں ابنِ علیؑ کا ہے	20
جس نے دیا ہے دین وہ گھر بھولنا نہیں	21
درِ زہراؑ کا یہ قرینہ ہے	23
جس نے بھی آلِ نبی سے رابطہ رکھا نہیں	25
یہ دشتِ کربلا میں بھی کیا ماجرا ہوا	27
ذکرِ اہلبیتؑ روزانہ اگر ہونے لگے	29
ہے ڈوبتے ہوؤں کا کنارا علیؑ کی ذات	31
ھائے عباسؑ تمہیں رو کے پکارا ہوگا	32
شمع کے نزدیک جو مخلص تھے پروانے لگے	33
جس نے حیدر کے سوا آقا کسی کو مانا اور	35
یہ بھی نقوی پر خدا کا اک بڑا احسان ہے	36
اک پل بھی بغیر اُن کے گزارا نہ کریں گے	38
یہ گھر تو ہمیں دین بتانے کیلئے ہے	39
حق سنانا انہیں سے سیکھا ہے	41

حُبِ علی کا جس سے بھی ساماں نہ ہو سکا	42
اک مسلمان ہی پر جبر مسلسل کیوں ہے	44
سناں کی نوک پہ قرآن پڑھ رہا تھا وہ	46
دین کی جان ہیں علیؑ مولا	47
حق کہنے اور سننے کا احساس مر گیا	49
ہم گنہگاروں کے مولا کو ابھی آنا ہے	51
میں ڈوبنے کو تھا جب یا علیؑ پکارا تھا	52
آج آنکھوں کو کھول کر دیکھو	53
دیدارِ مصطفیٰ کی طرف چل پڑے ہیں ہم	54
سجدہ ہے فرض کرتا ہے احسان کس لئے	55
قرض ہے گھر ہی میں ادا ہو جائے	57
مردہ جسموں میں جان آنے لگے	59
اللہ کی حیدرؑ کو عطا ہے عباسؑ	60
عباسؑ اک ستون ہے دینِ الٰہؑ کا	61
نامِ حسینؑ دل سے بھلایا نہ جائے گا	62
غاصبوں کا کبھی بھی نام نہ لو	63
ہوتی ہے ذکرِ شہ سے جب آباد زندگی	64
کتنی عظمت ہو گئی نادِ علی پڑھنے کے بعد	65
زورِ شبیرؑ ہے مشکل پیمبرا کبرؑ	66
زینبؑ علی کے رعب و جلالت کا نام ہے	68
حق کے کہاے شاہکار ادرکی	72

دشمن اگر ہو سارا زمانہ حسینؑ کا	73
گردش میں ہے سفینہ مرا فاطمہؑ کے لال	75
اصغرؑ کا خون باپ کے چہرے پہ آ گیا	77
پیاسوں کا کاروان ہے عباسؑ کیلئے	78
اس گداگر کو بادشاہ کر دے	79
جب تک کہ یہاں ایک بھی انسان رہے گا	81
مولا عباسؑ کا علم ہے یہ	83
شاہی محل میں اور نہ تونگر کے پاس ہے	85
نصرت خدا کی کیوں نہ ہو حیدر کے ساتھ ساتھ	87
لب پہ علی کا نام ہو اور غم مرا کٹے	89
ہو جائیں گی یہ مشکلیں ساری تمام آج	90
بنتا ہے انقلاب کی پہچان یا حسینؑ	92
ذکرِ حسینؑ حق کی عبادت سے کم نہیں	94
کب کسی زندگی کو خطرہ ہے	96
قطعات:	97
	تا
	121
مرثیہ قیامِ حسینؑ	122
العباسؑ	148

☆☆☆☆☆☆

اظہارِ خیال

یہ ہے صدائے عزادار، مناقب اور مراثی پر مشتمل ایک اور شعری تصنیف، اہل مودت کے لئے شاعر کے خونِ جگر سے روشن کیا ہوا ایک اور چراغ رثائی ادب کی بزمِ چراغاں میں روشنی کا مزید اہتمام......ڈاکٹر ابوالحسن نقوی بتوفیقِ خداوندی ایک کے بعد دوسری کتاب لا رہے ہیں۔ یہ آرزو بھی ہے اور دعا بھی کہ وہ اسی طرح راہ در راہ، مرحلہ در مرحلہ اپنا سفر طے کرتے رہیں اور نئی نئی منزلوں کی چہرہ کشائی میں سرگرم رہیں، میں ایک اور کتاب اطفالِ معصومؑ کے اظہارِ خیال میں ان کے تخلیقی عمل کے اوصاف رقم کر چکا ہوں، یہاں بالاختصار ان کا اعادہ کروں گا، ڈاکٹر صاحب کا تاریخی مطالعہ نہایت وسیع ہے۔ اسی طرح وہ دینی، تہذیبی اور ثقافتی اقدار سے بھی مکمل طور پر باخبر ہیں۔ جب وہ کسی موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں تو بفضلہٖ تعالیٰ اس کا حق ادا کر دیتے ہیں اور اس موضوع پر ان کے قاری یا سامع کو کوئی تشنگی باقی نہیں رہتی۔ اس کا ذہن سیراب اور روح شاداب ہو جاتی ہے۔ آلِ رسول سلام اللہ علیہم کے بارے میں انہوں نے بےحد ژرف نگاہی کے ساتھ مطالعہ کیا ہے اور ان کے فضائل ومحاسن کا الحمدللہ پورا ادراک رکھتے ہیں۔ جب وہ خاصانِ خدا کے کربلائی اوصاف اعمال کو حوالۂ قرطاس وقلم کرتے ہیں تو تمام تر وہ جزئیات جو پیش منظر یا پس منظر سے متعلق ہیں ان کے احاطہ تحریر میں آ جاتی ہیں۔ جزئیات کے ساتھ کسی "کل" شعر گوئی میں ڈاکٹر صاحب کا مخصوص طرزِ بیاں اور اسلوب ہے جو کسی بھی محترم ومقتدر شخصیت کو ہمارے دل ودماغ کا حصہ بنا دیتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب بلاشبہ اور بالیقین ان مرثیہ گوؤں کی صف میں نمایاں مقام رکھتے ہیں جن کی رثائی تخلیقات زندہ رہے گی۔ اور ان کے معاصر اور آئندہ نسلیں ان سے کیف اندوز اور فیضیاب ہوتی رہیں گی۔ ڈاکٹر صاحب کا ایک وصف ان کا سلاستِ زبان وبیاں ہے جو ہر قاری اور سامع تک (چاہے وہ کسی بھی ذہنی سطح پر

ہو) ان کے ہر شعر کا ابلاغ کرتی ہے۔ ان کے یہاں کسی بھی مرثیے یا منقبت کا عنوان اتنا پُراز معنویت ہوتا ہے کہ عنوان دیکھ کر ہی اس کے لوازمے کی پرتیں ہمارے ذہن پر کھلنے لگتی ہیں۔ مثلاً صدائے عزادار کی ترکیب کے معنوی رخ دیکھئے۔ ایک عزادار کی آنکھیں اشکبار ہیں۔ دل لہولہو ہے اس کے ہاتھ ماتم کناں ہیں، ان کے لب ودہن محوِ فریاد ہیں۔ ایسے عالم میں اس عزادار کی صدا یعنی اشعار کتنے دلگداز ہوں گے، جو پڑھیا سنے گا وہ خود صدائے عزادار میں ڈھل جائے گا۔

صدائے عزادار مناقب اور مرثیوں پر مشتمل ہے۔ مناقب کی ہیئت نظمیہ اور غزلیہ ہے۔ بعض مناقب کسی نہ کسی ایک کربلا کی شخصیت سے منسوب ہیں اور بعض مناقب میں ایک سے زیادہ محمدؐ وحسینؑ کا ذکر ہے۔ ان مناقب کے عنوانات ہی سرشاری کی کیفیت پیدا کر دیتے ہیں۔ اسی طرح بے شمار قطعات ہیں۔ ہر قطعہ دو اشعار پر مشتمل ہے۔ قطعہ کہنا آسان نہیں ہوتا۔ دو اشعار کے مختصر احاطے میں وسیع وعریض مضمون کو سمیٹنا پڑتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی تخلیقی صلاحیت نے یہ کارنامہ بھی بخوبی انجام دیا ہے۔ دو مراثی بھی شامل ہیں اور جو مرثیہ جس شخصیت سے متعلق ہے، اس شخصیت پر گزری ہوئی تمام کیفیات، تمام محسوسات، تمام وارداتِ قلبی کے ساتھ ساتھ اس کے کربلا کی مخصوص اعمالِ حسنہ کا بھی کامل ترین اظہار ان مرثیوں سے جلوہ فشاں ہے۔ آیئے پہلے مناقب کی سرسبز وادی میں قدم رکھتے ہیں۔ یہ تعداد میں بہت ہیں، چند ایک کے نام دیکھئے۔ آفتاب کس کا ہے، مرے امام، دل کی خوشی کا ہے، بھولا نہیں، سفینہ ہے، فاصلہ رکھا نہیں، فیصلہ ہوا، جنت میں بسر ہونے لگے، علی کی ذات، پکارا ہوگا، پہچانے لگے، نذرانہ اور مجتبیٰ عنوان ہے، گوارا نہ کریں گے، زمانے کے لئے ہے انہی سے سیکھا ہے، مسلماں نہ ہو سکا، مقتل کیوں ہے، آسرا تھا وہ، علی مولا، وعدہ کدھر گیا، مسیحا نے ابھی آنا ہے، کنارا تھا (اور بہت سے مناقب)......جیسا کہ میں نے عرض کیا، ان مناقب میں کسی شخصیت کے خصوصی فضائل یا مجموعی اوصاف واعمال ہیں لیکن ان سب میں مضامین کا تنوع ہے، جو درج ذیل مثالوں سے واضح ہے، صرف ایک مضمون کا جو اعادہ آتا ہے یہاں ذکر کروں گا کہ ڈاکٹر ابوالحسن نقوی کو اپنے مرثیہ نگار ہونے کی سعادت پر ناز ہے اور بجا ناز ہے وہ خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ ان کی زبانِ قلم سے "رثا" ادا ہوتا ہے جو ان کے لئے فلاحِ دین ودنیا کا موجب ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے

مناقب سے چند مثالیں:

امام کون ہے، مولا خطاب کس کا ہے　　علی نہیں تو لقب بوتراب کس کا ہے
اب اور انتظار کٹھن ہے علی کے لال　　غیبت کا پردہ اب تو اٹھا دو مرے امام
عباس نام دہر میں ابن علیؑ کا ہے　　دشت بلا میں نام یہی زندگی کا ہے
نقوی نماز پڑھنے کی عادت نہ چھوڑنا　　سجدے میں جو کٹا ہے وہ سر بھولنا نہیں
دشمنِ اہلِ بیت سے رکھ کر　　ایسا جینا بھی کوئی جینا ہے
جس نے بھی آلِ نبی سے رابطہ رکھا نہیں　　اس نے پھر اللہ سے بھی واسطہ رکھا نہیں
ماتم کیا سلام پڑھا نوحہ گر ہوئے　　لیکن نہ حق حسینؑ کا ہم سے ادا ہوا
ذکرِ اہلِ بیت روزانہ اگر ہونے لگے　　زندگی دنیا کی جنت میں بسر ہونے لگے
یہ بھی نقوی پر خدا کا اک بڑا احسان ہے　　آج میری شاعری کا پنجتن عنوان ہے
واللہ مری سوچ، مرے لفظ، مرے لب　　سب ذکرِ امامت کا سنانے کے لئے ہے
اک بے شیر نے ہونٹوں پہ زباں پھیری ہے　　سارے کفار کے لشکر میں یہ ہلچل کیوں ہے
حق کو عالم میں ڈھونڈنے والو　　حق کی پہچان ہیں علیؑ مولا

آیئے اب قطعات کے چمن کی سیر کریں اور محسوس کریں کہ اس چمن کا ہر پھول کتنا شگفتہ اور کس قدر بہار آفریں ہے اور ہر قطعے میں کیسے کیسے دلکش مضمون کو شامل کیا گیا ہے۔ چند مثالیں:

وِرد ہے نادِ علی کا لب پر　　دل میں عباسؑ کا غم رکھتے ہیں
کچھ نہیں بہرِ نجات ہے نقوی　　بس یہ غازیؑ کا علم رکھتے ہیں

آؤ میں تم کو اب بتاؤں کہ کیوں　　ہر مسلمان اضطراب میں ہے
اس کے برعکس ہے عمل اس کا　　جو بھی اللہ کی کتاب میں ہے

ویسے تو ڈاکٹر ہوں میں لیکن　　لوگ کہتے ہیں ہوں قلم والا
بس یہی اک مری حقیقت ہے　　میں عزادار ہوں علم والا

ہم جو کہلاتے ہیں محبِ علیؑ　　حق کا ہم سب پہ التفات ہے یہ
تیرے ایماں کا جزو ہو کہ نہ ہو　　میری تو زندگی کی بات ہے

ظالم کے سامنے کروں اپنی جبیں میں خم　　ایسا کبھی خیال ہی پیدا نہ ہو سکا
جھک جاؤں ہو کے پنجتنی پیشِ ظلم میں　　اس کا کبھی سوال ہی پیدا نہ ہو سکا

دو مرثیے زیبِ قرطاس ہیں، ایک حضرت عباس علیہ السلام اور دوسرا امام حسین علیہ السلام کے بارے میں۔ دونوں مراثی ریاضتِ فن، دلکش اسلوب، تنوع مضامین اور اثر آفرینی کے حامل ہیں۔ بہت باخبری کے ساتھ تحریر ہوئے ہیں۔ جزئیات کے جمال کے ساتھ ہر ممدوح سے متعلق واقعات و احوال کو قلمبند کیا گیا ہے۔ حضرت عباس کے مرثیے کا آغاز اس واقعیت سے ہوتا ہے کہ آج ہم میں نہ وفا ہے نہ ایثار، پھر حضرت عباس کی وفا، ایثار، تدبر، شجاعت کو مثال بنا کر ہمیں اتباع کی دعوت دی گئی ہے۔ مرثیہ رثائی کیفیات سے معمور ہے اور رہتی دنیا تک انسانیت کے لئے منشورِ عمل کی حیثیت رکھتا ہے۔ دو تین بند ملاحظہ کیجئے:

ایثار کا زمانے میں جذبہ نہیں رہا　　دعویٰ ہے اور وفا کا قرینہ نہیں رہا
اب ایک دوسرے پہ بھروسہ نہیں رہا　　کوئی بشر کسی کا سہارا نہیں رہا
حرکت یہ کرتے پھرتے ہیں انسان کی طرح　　لیکن رویے رکھتے ہیں حیوان کی طرح

عالم میں ہے خلوص کا ایثار راستہ　　ایثار کے عروج ہی کا نام ہے وفا
معراجِ خلق ہی کا نمونہ ہے کربلا　　دشتِ وفا سے مل گئی ایثار کو جلا
قربانیوں کا دشت میں معیار مل گیا　　اور لشکرِ وفا کو علمدار مل گیا

سنبھلا نہیں تھا شیر ہوا ایک وار اور　　محروم اب تھا دوسرے بازو سے شہسوار
پانی کی مشک پر نہ رہا کوئی اختیار　　پھر بھی نہ مضطرب ہوا عباسؑ ذی وقار
نظروں کے سامنے جو تھے خیمے امام کے　　گھوڑا بھگایا مشک کو دانتوں میں تھام کے

مرثیہ قیامِ حسینی ہر پہلو سے ایک مکمل دستاویز ہے۔ آغاز میں دورِ یزیدیت کو پس منظر کے طور پر پیش کیا گیا ہے جبکہ اس کے جبر و ستم کے سبب اسلام اور مسلمان ایک عہدِ عذاب سے گزر رہے تھے۔ پھر امام کا مدینے سے کربلا تک کا سفر پوری دلگدازی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ پھر امام کو میدانِ کربلا میں

شجاعت کے مناظر میں اور آخر میں امام کی شہادت کی بھرپور جزئیات ہیں۔ اِس تمام تحریر میں نقوی نے پیغام اور دعوتِ حسینؑ کو سمو دیا ہے۔ اِس عظیم مرثیے کے چند بند:۔

بعدِ علی ملوکیتِ وقت، چھا گئی　　زردی فنا کی دین کے چہرے پہ آ گئی
لالچ کی آگ دین کی مسند جلا گئی　　بادِ سموم ملتِ حق کو سُلا گئی
اُمت کو بغضِ آل کا سرطان ہو گیا
جنگل میں مال و زر کے مسلمان کھو گیا

فکرِ یزید دین کی بنیاد ہو گئی　　خوف خدا سے زندگی آزاد ہو گئی
سنتِ رسولِ پاک کی برباد ہو گئی　　بستی عدوئے آل سے آباد ہو گئی
علم و عمل کا کوئی روا دار کب رہا
انسان باقی رہ گئے کردار کب رہا

سوچو اگر نہ روکتا اس کو علیؑ کا لال　　قدریں خدا کے دین کی ہو جاتیں پائمال
سارے حرام کام سمجھتے سبھی حلال　　کرتا نہ دینِ مسخ پہ ظاہر کوئی ملال
ہوتے ترنگ سارے یزیدی عوام کے
عالم میں ہوتے سارے مسلمان نام کے

حیدرؑ کا لال دشت میں جاتا تھا جس طرف　　لشکر سروں کو تن پہ نہ پاتا تھا اس طرف
سایہ بھی ذوالفقار کا آتا تھا جس طرف　　لاشوں کو بھی نہ کوئی اُٹھاتا تھا اس طرف
شہ اس طرح یزید کے لشکر پہ چھا گئے
لوگوں کو کربلا میں علیؑ یاد آ گئے

ایسے میں دیکھا زینبِ کبریٰ نے ایک بار　　سجدے میں پشتِ شاہ پہ قاتل ہوا سوار
رکھی گلے پہ شاہ کے خنجر کی تیز دھار　　چلّائی اُس کو دیکھ کے زینب جگر فگار
لِلّٰہ فاطمہؑ کی کمائی کو چھوڑ دے
اے شمر رُک ذرا میرے بھائی کو چھوڑ دے

یہ سن کے بھی ذرا نہیں مطلق ستم شعار　　تھی گردنِ حسینؑ پہ خنجر کی تیز دھار
آئی ندا بتولؑ کی بیٹے تیرے نثار　　سب انبیا حسینؑ پہ ہوتے تھے اشکبار
غم دو جہاں کا دشتِ بلا میں سمٹ گیا
زینبؑ کے سامنے سرِ مظلوم کٹ گیا

اب میں ڈاکٹر ابوالحسن نقویؔ کی شان میں ایک توصیفی قطعہ لکھ کر اپنی بات ختم کرتا ہوں:

اُگا رہے ہیں نئے سے نئے چمن نقویؔ　　کھلا رہے ہیں گُل ولالہ وسمن نقویؔ
یہ سب ریاضتِ فن کی ہیں برکتیں عاصیؔ　　ہیں باغبانِ مودّت ابوالحسن نقویؔ

ڈاکٹر عاصی کرنالی

☆☆☆☆

آفتاب کس کا ہے

امام کون ہے مولا خطاب کس کا ہے
علیؑ نہیں تو لقب بوتراب کس کا ہے

ذرا سا سوچ لو ہتھیار اٹھانے والو تم
علی سے جنگ میں خانہ خراب کس کا ہے

یہ کربلا میں بتایا علیؑ کے بیٹے نے
یہ دین کس کا ہے یہ انقلاب کس کا ہے

علیؑ کے لال سے بیعت کی ہے طلب کس کو
سوال کس نے کیا ہے جواب کس کا ہے

پتا چلا ہے ہمیں اس کا در سے زہراؑ کے
زمین کس کی ہے یہ آفتاب کس ہے

مرے امام

اب مژدۂ ظہور سنا دو مرے امام
بگڑی ہوئی ہے میری بنا دو مرے امام

سوئی پڑی ہے قوم مصیبت کے وقت میں
اس کو خدارا آ کے جگا دو مرے امام

اب پھر یزید برسرِ پیکار ہم سے ہے
پھر اس کو آ کے سخت سزا دو مرے امام

اب اور انتظار کٹھن ہے علیؑ کے لال
غیبت کا پردہ اب تو اٹھا دو مرے امام

غفلت کی نیند میں ہے پھر امت رسول کی
آجاؤ اس کو آ کے جگا دو مرے امام

بیٹھے ہوئے ہیں پھر سے عزا دار منتظر
ذکر حسینؑ اِن کو سنا دو مرے امام

نقوی کھڑا ہے دیر سے مشکل کے وقت میں
دیدار اس کو اپنا کرا دو مرے امام

دل کی خوشی کا ہے

عباس نام دھر میں ابن علیؑ کا ہے
دشت بلا میں نام یہی زندگی کا ہے

پرچم اٹھالیا ہے جو غازی کا ہاتھ میں
اس سے بڑا نصیب بھلا پھر کسی کا ہے

یہ اذنِ جنگ آب کی خاطر تو ہے نہیں
یہ امر خاص بچوں کی بس تشنگی کا ہے

نام حسینؑ لیتے ہی عباس کہہ دیا
یہ مسئلہ بتولؑ کی دل کی خوشی کا ہے

نقوی کا سانس سانس بندھا ہے علیؑ کے ساتھ
مذہب کا واسطہ یہ نہیں زندگی کا ہے

بھولنا نہیں

جس نے دیا ہے دین وہ گھر بھولنا نہیں
لوگو تم ائمہ کا شجر بھولنا نہیں

بھٹکو گے اس طرح سے کہ منزل نہ پاؤ گے
تم کربلا کی راہ گزر بھولنا نہیں

سر ننگے کربلا سے وہ بازار شام تک
زہراؑ کی بیٹیوں کا سفر بھولنا نہیں

دشت بلا میں دین کی خاطر ہوا شہید
وہ فاطمہؑ کا لختِ جگر بھولنا نہیں

خیرات پائی جس سے ملائک نے آن کر
اے لوگو پنجتن کا وہ در بھولنا نہیں

بعد حسینؑ دشت میں زہراؑ کی آل کی
کیسے ہوئی ہے رات بسر بھولنا نہیں

جس نے یزیدیت کا گریباں کیا ہے چاک
زہراؑ کی ہے وہ نورِ نظر بھولنا نہیں

نقوی نماز پڑھنے کی عادت نہ چھوڑنا
سجدے میں جو کٹا ہے وہ سر بھولنا نہیں

سفینہ ہے

در زہراؑ کا یہ قرینہ ہے
عمر بھر سر اٹھا کے جینا ہے

مومنو پیاس میں کرو تم صبر
لب کوثر تو جام پینا ہے

درِ زہراؑ ہی میری کشتی ہے
پنجتن ہی مرا سفینہ ہے

آخرت میں جواب دہ ہوگا
ان کا حق جس کسی نے چھینا ہے

یہ جو بچی ہے دشت غربت میں
بنت ابن علی سکینہؑ ہے

دشمنی اہل بیت سے رکھ کر
ایسا جینا بھی کوئی جینا ہے

نام حیدرؑ لیا ہے وقت اجل
موت کے ماتھے پہ پسینہ ہے

باوضو ہو کے لکھو اے نقوی
ذکر حیدرؑ کا یہ قرینہ ہے

فاصلہ رکھا نہیں

جس نے بھی آلِ نبی سے رابطہ رکھا نہیں
اس سے پھر اللہ نے بھی واسطہ رکھا نہیں

دہر میں گر ہوگیا درِ فاطمہؑ زہرا کا بند
حق نے بھی اس کے لیے در کو کھلا رکھا نہیں

جو عدوئے پنجتن تھے انکی قبریں دیکھ لو
ایسی قبروں پر عقیدت کا دیا رکھا نہیں

منہ سے نکلے یا علیؑ اور وہ تمہارے پاس ہوں
میرے مولا نے کبھی بھی فاصلہ رکھا نہیں

میرا جینا میرا مرنا پنجتنؑ سے متصل
میں نے اپنے آپ کو ان سے جدا رکھا نہیں

جو محبِ پنجتنؑ ہیں ہر گھڑی اس دل میں ہیں
اور عدوئے فاطمہؑ سے سلسلہ رکھا نہیں

جگمگا سکتے نہیں الفاظ کاغذ پر کبھی
گر قلم کی نوک پر نامِ خدا رکھا نہیں

چھوڑ دے جو انبیاء کو مشکلوں کے وقت میں
ہم نے ایسا کوئی بھی مشکل کشا رکھا نہیں

قبر میں ہو جائیگی گونگی ملک کے سامنے
گر زباں پر تم نے ذکرِ مرتضٰے رکھا نہیں

نقوی نے اللہ کو پایا ہے اہلبیتؑ سے
اس نے اہلبیت کو خود سے جدا رکھا نہیں

فیصلہ ہوا

یہ دشت کربلا میں بھی کیا ماجرا ہوا
اک دن میں باب آگہی دنیا پہ وا ہوا

پہلے بھی وہ خدا تھا کسی کو خبر نہ تھی
خالق وہ پنجتنؑ کا بنا پھر خدا ہوا

یکتا ہیں اپنی ذات میں بس زینبؑ و حسینؑ
ان سا جہاں میں پھر نہ کوئی دوسرا ہوا

ماتم کیا سلام پڑھا نوحہ گر ہوئے
لیکن نہ حق حسینؑ کا ہم سے ادا ہوا

حق پر گلا کٹانے میں مضمر ہے زندگی
کرب و بلا کے دشت میں یہ فیصلہ ہوا

پوچھا سبب ملک سے جو اپنی نجات کا
اس نے دکھایا شعر مرا ہی لکھا ہوا

جب بھی زمیں پہ چھیڑ دیا ذکر پنجتنؑ
اس ذکر میں فلک بھی مرا ہم نوا ہوا

اس راہ میں تو لٹ گیا ہے خانۂ بتولؑ
گھر بہر حق جو لٹ گیا میرا تو کیا ہوا

نام علیؑ زبان پہ آیا ہے خود بخود
مشکل کا جب بھی زندگی میں سامنا ہوا

نقوؔی بھی اک حقیر غلام بتولؑ ہے
دیوار و در پہ نامِ علیؑ ہے لکھا ہوا

جنت میں بسر ہونے لگے

ذکر اہلبیتؑ روزانہ اگر ہونے لگے
زندگی دنیا کی جنت میں بسر ہونے لگے

رحمت یزداں کو لے کر سب فرشتے چل پڑیں
شہ کے غم میں جب کبھی بھی چشم تر ہونے لگے

پنجتنؑ سے رابطہ ہی باعثِ تعظیم ہے
جو بھی ان کا نام لے پھر معتبر ہونے لگے

خود بخود ہی یا علی میری زباں کہنے لگے
جب بھی مشکل کی مرے دل کو خبر ہونے لگے

نام لے کر مصطفےٰ کا بات میں جب بھی کروں
میری ہر اک بات خود ہی پُراثر ہونے لگے

گھپ اندھیری رات میں جب نام لوں شبیرؑ کا
ظلمتیں چھٹنے لگیں فوراً سحر ہونے لگے

تم حسین ابن علی سے مانگ لینا زندگی
جب تمہاری زندگانی مختصر ہونے لگے

نقوؔی کے الفاظ جب اشعار میں ڈھلنے لگیں
اس کا کاغذ اور قلم بھی معتبر ہونے لگے

علیؑ کی ذات

ہے ڈوبتے ہوؤں کا کنارا علیؑ کی ذات
ہے ان کا مشکلوں میں سہارا علیؑ کی ذات

شمس و قمر بھی پائیں ضیا جس سے دمبدم
ہے روشنی کا ایسا منارہ علیؑ کی ذات

محشر کے روز خلد تمہارا نصیب ہے
دل میں بسائے رکھنا خدارا علیؑ کی ذات

مومن کا فاصلہ ہے منافق سے تا ابد
تا حشر بن گئی ہے اشارہ علیؑ کی ذات

نقوی کی زندگی کیلئے رہنمائی کو
ہے آسمان پر ایک ستارا علیؑ کی ذات

پکارا ہوگا

ھائے عباسؑ تمہیں رو کے پکارا ہوگا
سرِ زینب سے جو چادر کو اتارا ہوگا

یہ تو عباس نے دریا پہ بھی سوچا ہوگا
کون اس دشت میں بچوں کا سہارا ہوگا

اے فرس غازی کے بازو نہ تھے تو نے کیسے
زین سے خاک پہ مولا کو اتارا ہوگا

میں زیارت کیلئے کرب و بلا جاؤں گا
جب بھی عباسؑ کی جانب سے اشارہ ہوگا

بڑے ظالم ہیں لعیں غازی ابھی مت جاؤ
جانا خیموں کا تمہیں کیسے گوارا ہوگا

پہچانے گئے

شمع کے نزدیک جو مخلص تھے پروانے لگے
یا علیؑ کہتے ہوئے جنت میں دیوانے گئے

کس طرح سے چھوڑ دیں لینا علیؑ کا نام ہم
بس اسی اک نام سے عالم میں پہچانے گئے

یا علیؑ سنتے ہی جب ماتھے پہ بل سا پڑ گیا
لاکھ چھپتے تھے منافق پھر بھی پہچانے گئے

تھے بہتر ہی مگر اک ایک کر کے دشت میں
لشکر گمراہ کو اسلام سمجھانے گئے

کون کہتا ہے کہ اصغرؑ آب کی خاطر گئے
وہ تو شہ کی گود میں حق بات بتلانے گئے

وقت کی آواز ہے راہ حسینی پر چلو
راہ حق کو چھوڑنے والے نہ پہچانے گئے

نقوی نے جا کر در زہراؑ پہ سر کو رکھ دیا
اپنا بگڑا تھا مقدر اس کو سلجھانے گئے

نذرانہ اور

جس نے حیدر کے سوا آقا کسی کو مانا اور
عقل کے اندھے کو پھر بیکار ہے سمجھانا اور

مال و دولت جان حاضر ہے بنام پنجتنؑ
پھر سے زندہ ہو کے دے دوں جان کا نذرانہ اور

مے ولائے پنجتن کی گر تجھے پینا ہے آ
گر عدوئے آل ہے جا ڈھونڈ لے مے خانہ اور

شمع کے شعلے کی لذت اس قدر بھائی اسے
قرب حاصل ہو گیا یوں جل گیا پروانہ اور

مجھ کو نقوی ساغرِ حبِ علی دیتے رہو
خالی گر ہونے لگے بھر دو مرا پیمانہ اور

پنجتنؑ عنوان ہے

یہ بھی نقوی پر خدا کا اک بڑا احسان ہے
آج میری شاعری کا پنجتنؑ عنوان ہے

یہ مری تعلیم میری ڈگریاں بے کار ہیں
میرے تو بس کام کی شبیرؑ کی پہچان ہے

گر نہیں دل میں ترے یادِ علیؑ و فاطمہؑ
اس طرح کا دل ہمیشہ مسکنِ شیطان ہے

ان کے در پر آ کے مل جاتی ہے انساں کو سند
نام ان کا جو پکارے بس وہی انسان ہے

ان کے در سے دور ہو جائے تو مشکل ہے بہت
ان کا گر ہو راستہ تو موت بھی آسان ہے

ان کی مدحت میں لکھے اشعار کی قیمت نہ پوچھ
شعر کا ہر لفظ نقوؔی خلد کا سامان ہے

گوارہ نہ کریں گے

اک پل بھی بغیر اُن کے گزارا نہ کریں گے
دوری درِ حیدرؑ سے گوارا نہ کریں گے

ہم جور و ستم جھیلتے آئے ہیں ازل سے
مر جائیں گے حیدرؑ سے کنارا نہ کریں گے

دکھلا دو ہمیں کوئی علیؑ جیسا جہاں میں
پھر ہم انہیں مشکل میں پکارا نہ کریں گے

کوئی بھی نہیں جائے گا فردوس کے اندر
جب تک علیؑ رضواں کو اشارا نہ کریں گے

نقوؔی ہے فقط نامِ علیؑ مقصدِ ہستی
ہم اور کسی کو بھی پکارا نہ کریں گے

زمانے کیلئے ہے

یہ گھر تو ہمیں دین بتانے کیلئے ہے
یہ راہنما سارے زمانے کیلئے ہے

واللہ مری سوچ کا انداز تو دیکھو
سب ذکر امامت کا سنانے کیلئے ہے

سینے پہ جو شبیرؑ کے غم میں ہے نیا داغ
وہ حشر کے دن حق کو دکھانے کیلئے ہے

ہے بخشش امت کے لئے ذکرِ حسینی
سننے کیلئے ہے یا سنانے کیلئے ہے

شہ نے جو کمر کانپتے ہاتھوں سے ہے باندھی
یہ نوجواں کی لاش کو اٹھانے کیلئے ہے

بخشش ہی کی خاطر نہیں یہ نام علیؑ کا
بگڑی ہوئی تقدیر بنانے کیلئے ہے

ملعون نے جو تیر کا باندھا ہے نشانہ
ششماہے کی یہ پیاس بجھانے کیلئے ہے

انہیں سے سیکھا ہے

حق سنانا انہیں سے سیکھا ہے
سچ بتانا انہیں سے سیکھا ہے

ان کی تعلیم عام ہے ہر سو
سب زمانہ انہیں سے سیکھا ہے

حق پر کٹتا ہے تو یہ سر کٹ جائے
سر کٹانا انہیں سے سیکھا ہے

دین پہ لٹتا ہے تو گھر لٹ جائے
گھر لٹانا انہیں سے سیکھا ہے

ہر مصیبت کے وقت نقوی نے
مسکرانا انہیں سے سیکھا ہے

مسلماں نہ ہو سکا

حُبِّ علی کا جس سے بھی ساماں نہ ہو سکا
اس سے کبھی بھی درد کا درماں نہ ہو سکا

سجدے عدوئے آل محمد کیا کرے
اس سے کبھی نجات کا ساماں نہ ہو سکا

ایمان کی خبر ہی نہیں اس کے قلب میں
جو ظالموں سے دست و گریباں نہ ہو سکا

جو شخص دشمنی لیے پھرتا ہے آل کی
کلمہ تو پڑھ چکا تھا مسلماں نہ ہو سکا

اک بار حُبِّ آل سے آباد جو ہوا
وہ دل خزاں کے بعد بھی ویراں نہ ہو سکا

زہراؑ کے گھر سے آدمی کو زندگی ملی
اس در پہ جو نہ آیا وہ انساں نہ ہو سکا

نقوؔی بہے نہ آنکھ سے جو ذکر شاہ میں
آنسو کبھی وہ لائق مژگاں نہ ہو سکا

مقتل کیوں ہے

اک مسلمان ہی پر جبر مسلسل کیوں ہے
کبھی سوچا ہے مسلمان ہی بے کل کیوں ہے

چھوڑ کر چل جو پڑا پنجتن پاک کا در
کس لئے پوچھتا ہے راہ میں دلدل کیوں ہے

کبھی سوچا ہے یداللہ کے دشمن تو نے
روح کیوں دشت ہے اور دل ترا جنگل کیوں ہے

عشرے کے دن نہ برستا تھا اگر پیاسوں پر
شہر میں آج برستا ہوا بادل کیوں ہے

اک بے شیر نے ہونٹوں پہ زباں پھیری ہے
سارے کفار کے لشکر میں یہ ہلچل کیوں ہے

جو بھی ہیں راہ حسینی پہ فقط ان کے لئے
کس لئے خنجر خونخوار ہے مقتل کیوں ہے

جو کریں پیروی آل محمد نقوی
یہ جہاں ان کیلئے آج بھی مقتل کیوں ہے

آسرا تھا وہ

سناں کی نوک پہ قرآن پڑھ رہا تھا وہ
خدا کے دیں کا فقط ایک آسرا تھا وہ

حسین مجھ سے ہے دیکھو حسین سے میں ہوں
رسول کا ہی نہیں حق کا فیصلہ تھا وہ

خدا کے دین کو جب چھوڑ کر چلے گئے سب
مدد کو اس کی اکیلا ہی بس کھڑا تھا وہ

بقائے دین کا وہ کرب و بلا میں ضامن تھا
بغیر سر کے کہیں ریت پر پڑا تھا وہ

یہ معجزہ ہی تو آل نبی کا ہے نقوی
تھا نوک نیزہ پہ اور پھر بھی بولتا تھا وہ

علیؑ مولا

دین کی جان ہیں علیؑ مولا
فخرِ انسان ہیں علیؑ مولا

حق کو عالم میں ڈھونڈنے والو
حق کی پہچان ہیں علیؑ مولا

عاشقانِ حسینؑ بن جاؤ
پھر نگہبان ہیں علیؑ مولا

دینِ مشکل کشا کو اپنا لو
دیں کے سلطان ہیں علی مولا

نقویؔ اپنی نجات کی خاطر
سازو سامان ہیں علیؑ مولا

امت حق پہ حق تعالیٰ کا
ایک احسان ہیں علیؑ مولا

وعدہ کدھر گیا

حق کہنے اور سننے کا احساس مر گیا
انساں کا خون پانی کی صورت بکھر گیا

دریا کی طرح وسعتِ کردار میں تھا وہ
موت آئی تو وہ بحر کے اندر اتر گیا

روح دلائے پنجتنؑ پاک گر نہیں
حرکت کے باوجود بھی وہ جسم مر گیا

سر کو کٹا کے سجدے کی حالت میں دشت میں
سارے جہاں کو مٹھی میں وہ بند کر گیا

اٹھو اٹھا کے پرچم عباسؑ چل پڑو
اب ظلم سہتے رہنے کا لمحہ گزر گیا

ارماں تھا جس کے بیاہ کا مادر کو رات دن
سینے میں اس کے ظلم کا نیزہ اتر گیا

ہو پیرو حسینؑ مگر پھر بھی مضطرب
سر کو کٹائے جانے کا وعدہ کدھر گیا

مسیحا کو ابھی آنا ہے

ہم گنہگاروں کے مولا کو ابھی آنا ہے
اے مرض والو مسیحا کو ابھی آنا ہے

مت ہو مایوس مسلمان زمانے میں ابھی
قمرِ فاطمۂ زہرا کو ابھی آنا ہے

اے مسلمانو خلافت کی کرو بحث تمام
جان لو حق کے خلیفہ کو ابھی آنا ہے

ہم نے مانا کہ زمانے میں ہوئے ہم کمزور
دل میں امید ہے داتا کو ابھی آنا ہے

نقوی مایوس نہ ہونا کبھی اس عالم میں
تیرے اُس بارھویں آقا کو ابھی آنا ہے

کنارا تھا

میں ڈوبنے کو تھا جب یا علیؑ پکارا تھا
نظر اٹھی تو مرے سامنے کنارہ تھا

حسینؑ سر کو ہتھیلی پہ رکھ کے لائے تھے
علیؑ کے لال کو جب دین نے پکارا تھا

سوال مجھ سے ملک کر رہا تھا تربت میں
مرے لبوں پہ فقط یا علیؑ کا نعرہ تھا

جلا رہے ہو جسے سوچ لو وہی گھر ہے
خدا نے اپنے نبی کو یہیں اتارا تھا

ہماری آنکھ کے آنسو گواہی دیتے ہیں
جو گھر لٹا ہے تمہارا نہیں ہمارا تھا

نامِ حیدرؑ جو لب پہ لاؤ گے

آج آنکھوں کو کھول کر دیکھو
اپنے دل کو ٹٹول کر دیکھو

عقل کو اپنی تول کر دیکھو
سچ زمانے میں بول کر دیکھو

خود کو تم مشکلوں میں پاؤ گے
مشکلیں دور بھاگ جائیں گی

نام حیدرؑ جو لب پہ لاؤ گے

چل پڑے ہیں ہم

دیدارِ مصطفیٰ کی طرف چل پڑے ہیں ہم
دراصل اب خدا کی طرف چل پڑے ہیں ہم

ہاتھوں میں لے کے پرچم عباس پھر سے ہم
اک بار کربلا کی طرف چلے پڑے ہیں ہم

آنکھوں میں لے کے دید مدینہ کی آرزو
اب کوئے مصطفےٰ کی طرف چل پڑے ہیں ہم

کی تھی بلند کرب و بلا میں جو شاہ نے
ھل من کی اس صدا کی طرف چل پڑے ہیں ہم

جب ذکرِ پنجتنؑ پہ جزا دے رہا ہے وہ
پھر کس لیے سزا کی طرف چل پڑے ہیں ہم

انسان کس لئے

سجدہ ہے فرض کرتا ہے احسان کس لئے
اللہ نے بنایا ہے انسان کس لئے

جب یا علیؑ نبیؐ نے کہا تھا بذات خود
تیری نکلنے لگتی ہے پھر جان کس لئے

ذکر علیؑ و فاطمہؑ ہے باعث نجات
پھر بھی نہیں یہ کرتا تو نادان کس لئے

راضی خدا اگر ہے عدوئے بتولؑ سے
قرآن میں ہے جنگ کا اعلان کس لئے

کافی اگر خدا تعالیٰ کی ہے کتاب
مسلم کا دل ہے آج پریشان کس لئے

جانا ہے خالی ہاتھ اگر خاک کے تلے
اتنا اٹھائے پھرتا ہے سامان کس لئے

شان رسول پاک کے انکار کے سبب
آخر فرشتہ بن گیا شیطان کس لئے

جب ساتھ جینے مرنے کا پیمان کر لیا
پھر جا رہے ہو چھوڑ کے میدان کس لئے

آنے نہ دوں گا حرف میں مقصد پہ شاہ کے
یہ مال کس لئے ہے میری جان کس لئے

ثنا ہو جائے

قرض ہے گھر ہی میں ادا ہو جائے
پنجتن کی یہیں ثنا ہو جائے

یہ دعا ہے کہ میرے ہاتھوں سے
کسی انسان کا بھلا ہو جائے

کیوں زمانے کی بات کرتے ہو
ایک لمحے میں کیا سے کیا ہو جائے

جس کو مٹی سے حق نے خلق کیا
حیف ہے وہ بشر خدا ہو جائے

زخم کرب و بلا مرے دل میں
سال کے بعد پھر ہرا ہو جائے

یاعلیؑ کہنے پر سزا دی تھی
آج مجھ کو وہ پھر سزا ہو جائے

زمانے لگے

مردہ جسموں میں جان آنے لگے
وہ جو نادِ علی سنانے لگے

یہ کوئی چند دن کی بات نہیں
یہ سمجھنے میں بھی زمانے لگے

مال و زر کی نہیں کرو پروا
جب کبھی دیں پہ آنچ آنے لگے

دست شبیرؑ پر ہو جو بے شیر
تیر کھا کر بھی مسکرانے لگے

سب فرشتوں نے بھی درود پڑھا
نقویؔ اشعار جب سنانے لگے

صدائے عباسؑ

اللہ کی حیدرؑ کو عطا ہے عباسؑ
ہر قافلے کا راہ نما ہے عباسؑ
ہر موج میں دریا کی صدا ہے عباسؑ
زینبؑ سے ذرا پوچھو کہ کیا ہے عباسؑ
خود دار کے جینے کی ادا زندہ ہے
عباس سے دنیا میں وفا زندہ ہے

مظلوم کا دنیا میں سہارا عباس
پیاسوں کی نگاہوں کا ستارا عباس
ہر ڈوبتی کشتی کا سہارا عباس
دنیا کا شمر ہے اور ہمارا عباس
عباس کا جو دل ہے اسی سے پوچھو
اس کو تو حسینؑ ابن علی سے پوچھو

دعائے بتول

عباسؑ اک ستون ہے دین الہٰ کا
یہ حوصلہ ہے دین کا اور دیں پناہ کا
یہ صاحب علم بنا حق کی سپاہ کا
یہ اک گرجتا شیر ہے اس بارگاہ کا
تخلیق پنجتنؑ پہ خدائی کو ناز ہے
دشت بلا میں بھائی پہ بھائی کو ناز ہے

زینبؑ کو اپنے بھائی کی طاقت پہ ناز ہے
شبیرؑ کو بھی ان کی رفاقت پہ ناز ہے
مولا علیؑ کو ان کی شجاعت پہ ناز ہے
عباسؑ کو بھی اپنی اطاعت پہ ناز ہے
یہ شیرِ مرتضےٰ ہے دعا ہے بتولؑ کی
ڈھارس یہی ہے دشت میں آلِ رسولؐ کی

مٹایا نہ جائے گا

نامِ حسینؑ دل سے بھلایا نہ جائے گا
یہ جبر سے کسی کے مٹایا نہ جائے گا

اُمِ رباب پوچھ نہ لینا حسینؑ سے
نازک گلے کا زخم دکھایا نہ جائے گا

اکبرؑ کہیں پکار نہ لینا حسینؑ کو
لاشہ تمہارا ان سے اُٹھایا نہ جائے گا

جب تک خدا کا نام رہے گا زمین پر
نامِ حسینؑ پاک بھلایا نہ جائے گا

نقویؔ بغیر حبِ علیؑ اپنے دین میں
اسلام کا نظام چلایا نہ جائے گا

63

نام نہ لو

ناصبوں کا کبھی بھی نام نہ لو
اُن سے ہرگز کبھی بھی سلام نہ لو

جو نبیؐ دے اسی کو اپناؤ
میرے کہنے سے تم امام نہ لو

دل میں بغضِ علیؑ ولی رکھ کر
پھر زباں سے خدا کا نام نہ لو

جس نے پیدا کیا اسی سے لو
تم کسی اور سے نظام نہ لو

نقویؔ بن جاؤ پنجتنؑ کے غلام
ان سے تم رتبہ و مقام نہ لو

64

زندگی

ہوتی ہے ذکر شہ سے جب آباد زندگی
پھر غم سے ہونے لگتی ہے آزاد زندگی

جو بھی غم حسینؑ سے بیزار ہوگیا
سمجھو کہ اسکی ہوگئی برباد زندگی

منسوب بس یہ معجزہ کرب وبلا سے ہے
آغوش مرگ ہی میں ہے آباد زندگی

خوں حسینؑ دشت بلا میں جو بہہ گیا
دین خدا کی بن گئی بنیاد زندگی

نقویؔ در بتولؑ کا ادنیٰ غلام ہے
ذکر علیؑ سے کرتا ہے آباد زندگی

نادعلی پڑھنے کے بعد

کتنی عظمت ہوگئی نادعلی پڑھنے کے بعد
عرش پر ہے آدمی نادعلیؑ پڑھنے کے بعد

مشکلوں کے ٹالنے کو اپنے بندے کیلئے
آپ آتے ہیں علیؑ نادعلیؑ پڑھنے کے بعد

انکے صدقے مل رہی ہے روز وشب اس دہر میں
موت کو بھی زندگی نادعلیؑ پڑھنے کے بعد

زندگی میں ہر طرف ہی مشکلوں کا دور تھا
اپنی بگڑی بن گئی نادعلی پڑھنے کے بعد

مشکلوں نے گھیر رکھا تھا مجھے ہر سمت سے
مشکلوں کی موت تھی نادعلیؑ پڑھنے کے بعد

حضرت علی اکبر علیہ السلام

زورِ شبیرؑ ہے ہمشکلِ پیمبر اکبرؑ
جس کا عباسؑ علمدار وہ لشکر اکبرؑ
جس پہ نازاں ہے امامت وہ سپہ گر اکبرؑ
ہم بھی نازاں ہیں کہ ہیں آپکے نوکر اکبرؑ
نام اکبر جو مرا وردِ زباں ہوجائے
دل کے بت خانے میں کربل کی اذاں ہوجائے

شکل وصورت میں نبی جو نظر آئے وہ جواں
جس کا نیزہ دلِ باطل میں در آئے وہ جواں
یا نبی کہتی ہو دنیا جدھر آئے وہ جواں
جسکے جانے پہ ہر ایک آنکھ بھر آئے وہ جواں
قربِ حسنینؑ میں بیٹھے تو ولی کہلائے
ہاتھ میں تیغ اُٹھا لے تو علیؑ کہلائے

شہ کو خنجر کے تلے جسکی سناں یاد رہی
ثانی زہراؑ کو اکبرؑ کی اذاں یاد رہی
دل لیلیٰ کو وہ تکلیفِ بجاں یاد رہی
جس نے اٹھارہ برس پالا وہ ماں یاد رہی
آج شبیر کی آنکھوں کا اجالا نہ رہا
سہرہ باقی ہے مگر باندھنے والا نہ رہا

صف ماتم کو بچھا یوسف ثانی کیلئے
اشک آنکھوں سے بہا یوسف ثانی کیلئے
ہاتھ ماتم میں اٹھا یوسف ثانی کیلئے
ایک تابوت بنا یوسف ثانی کیلئے
ہاتھ پھیلا کے دعا فاطمہ زہراؑ دینگی
تجھے ان سب کی جزا فاطمہ زہراؑ دینگی

بی بی زینبؑ

زینبؑ علی کے رعب و جلالت کا نام ہے
زینبؑ نبی پاکؐ کی عظمت کا نام ہے
زینبؑ حسنؑ کے عزم و شجاعت کا نام ہے
زینبؑ ہی تو بتولؑ کی رفعت کا نام ہے
زینبؑ نے زندگی کا قرینہ سکھا دیا
مظلوم کو وقار سے جینا سکھا دیا

زینبؑ نے بے نوا کا مقدر بنا دیا
مظلوم کائنات کو لشکر بنا دیا
ہر مفلس جہاں کو تونگر بنا دیا
چادر کو اپنی دین کی چادر بنا دیا
اجڑی ہوئی تھی دین کی بستی سنوار دی
بے جان زندگی میں حرارت ابھار دی

زینبؑ نے مشکلات میں جینا سکھا دیا
زخم جگر کو صبر سے سینا سکھا دیا
دکھ جھیلنے کا سب کو قرینہ سکھا دیا
اشکوں کو کامیابی سے پینا سکھا دیا
ہر جاں بلب کو زیست کا پیغام دے دیا
کارِ کمال دشت میں انجام دے دیا

زینبؑ دعا رسولؐ کی خالق کی زین تھی
حیدرؑ کی نور عین تھی زہراؑ کا چین تھی
وہ ذات حوصلے میں شہ مشرقین تھی
بعد حسینؑ دشت میں زینبؑ حسینؑ تھی
بدعت یزید عصر کی جس دم نکل پڑی
زینبؑ بھی لے کے پرچم عباسؑ چل پڑی

وہ بن گئی حسینؑ سے بھائی کا آسرا
ہے شام میں وہ دین خدائی کا آسرا
جورِ یزیدیت سے رہائی کا آسرا
ہے بدگمانیوں میں بھلائی کا آسرا
نیزے پہ اک حسینؑ سا بھائی ہے جس کے پاس
بے پردگی میں ساری خدائی ہے جس کے پاس

ہر مضطرب کے دل میں نئی بات ڈال دی
دامن میں ان کے صبر کی سوغات ڈال دی
مومن کے قلب پاک میں صلوٰۃ ڈال دی
کشکول میں حیات کے خیرات ڈال دی
باطل کا سر قلم کیا خطبوں کے وار سے
عباسؑ کے علم کو اٹھایا وقار سے

شبیر کے کمال کی وارث یہی بنی
دشت بلا میں آل کی وارث یہی بنی
عباس کے جلال کی وارث یہی بنی
اور دین ذوالجلال کی وارث یہی بنی
عالم کے ہر یزید کو معذور کردیا
ذلت میں ڈوب جانے پہ مجبور کردیا

☆☆☆☆

ادرکنی

حق کے اے شاہکار ادرکنی
شاہ دلدل سوار ادرکنی

روز اول سے یوم محشر تک
علم کے تاجدار ادرکنی

سارے عالم پہ ہر زمانے میں
ہے ترا اختیار ادرکنی

دامن دیں کو کررہا ہے لعیں
آج پھر تار تار ادرکنی

بارھویں جانشیں کو بھیجیں
ہے ہمیں انتظار ادرکنی

لکھا اپنے قلم سے نقوی نے
ہر گھڑی بار بار ادرکنی

گھرانا حسینؑ کا

دشمن اگر ہو سارا زمانہ حسینؑ کا
تم گھر ضرور دل میں بنانا حسینؑ کا

ماں فاطمہؑ پدر ہے علیؑ نانا ہے رسولؐ
کتنا عظیم تر ہے گھرانا حسینؑ کا

یہ کیسا معجزہ ہے کٹے سر کے باوجود
بیٹی کو ہر صدا پہ بلانا حسینؑ کا

یہ مسجدوں سے اٹھتی صدائے اذاں نہیں
دراصل دہر میں ہے ترانا حسینؑ کا

ناپاک تھا یزید ہے ناپاک تا ابد
عالم حسینؑ کا ہے زمانہ حسینؑ کا

میں کس طرح بھلا دوں وہ اکبرؑ کی لاش پر
گر گر کے قتل گاہ میں جانا حسینؑ کا

اے آسمان تو نے یہ دیکھا تھا کس طرح
اصغرؑ کو وہ لحد میں سلانا حسینؑ کا

قرآن جب بھی پائے گا اللہ سے زبان
سب کو سنائے گا وہ فسانہ حسینؑ کا

ماں کس طرح سے اے علی اصغرؑ بھلائے گی
جھولے سے تم کو جھک کے اٹھانا حسینؑ کا

نقوی ہے تیری زندگی مقروض شاہ کی
آنا حسینؑ کیلئے جانا حسینؑ کا

فاطمہؑ کے لال

گردش میں ہے سفینہ مرا فاطمہؑ کے لال
اب مجھ پہ بھی کرم ہو ترا فاطمہؑ کے لال

مجلس میں آ کے مانگ رہا ہوں بچشمِ تر
اب ہو قبول میری دعا فاطمہؑ کے لال

میری زباں سے ذکر ہو بس تیرا ہی رواں
دیکھوں میں تجھ کو وقتِ نزع فاطمہؑ کے لال

میں ذکر کیا کروں مری کیا حیثیت امام
اللہ کر رہا ہے ثنا فاطمہؑ کے لال

سر کو کٹا کے دشت میں اسلام کیلئے
بخشی ہے تو نے دیں کو بقا فاطمہؑ کے لال

ماتم ترا جہاں میں نئی بات تو نہیں
ہوتا رہا ہے ہوگا سدا فاطمہؑ کے لال

ماتم میں ہاتھ اٹھا ہو آنکھوں میں اشک ہوں
اس حال میں کروں میں قضا فاطمہؑ کے لال

نقوؔی کی قبر پر ہو لکھا نوکرِ حسینؑ
اسکو غلامی کردو عطا فاطمہؑ کے لال

قسمت بنا گیا

اصغرؑ کا خون باپ کے چہرے پہ آ گیا
کار حسینؑ دین کی قسمت بنا گیا

کرتے کی آگ سے جلا ظالم کا ہر محل
کانوں کا خون فکر یزیدی مٹا گیا

ماں بہنیں ننگے سر ہوئیں بازار شام میں
یہ دکھ بھی تجھ کو عابدؑ بیمار کھا گیا

گردن سے بہہ کے دشت مصیبت میں پھیل کر
وہ پاک خون دیں کا مقدر بنا گیا

نقوی کو جب بھی آیا ہے بے شیر کا خیال
آنسو چھلک کے چشم سے مژگاں پہ آ گیا

عباسؑ کے لئے

پیاسوں کا کاروان ہے عباسؑ کیلئے
یہ سخت امتحان ہے عباسؑ کیلئے

میری ہر ایک سانس امانت انہی کی ہے
یہ جسم اور یہ جان ہے عباسؑ کیلئے

میرا یہ گھر یہ مال ہے غازی پہ سب فدا
قربان میری جان ہے عباسؑ کیلئے

سقائے اہل بیت کا منصب عطا ہوا
یہ اک نرالی شان ہے عباس کے لئے

شبیر کی نہ لاش اٹھائی کسی نے بھی
اور سارا خاندان ہے عباس کے لئے

بادشا کردے

اس گدا گر کو بادشا کردے
جو بھی مانگے اسے عطا کردے

نام عباسؑ میں یہ ہے تاثیر
بے وفاؤں کو باوفا کردے

مجھ کو ماتم علم کے سائے میں
اک نئی زندگی عطا کردے

اس پہ مولا کی رہتی ہیں نظریں
جان مولا پہ جو فدا کردے

موج دریا کی ہر گھڑی اٹھ کر
غازی عباسؑ کی ثنا کردے

نقوی ہوجائے گی قبول ابھی
ہاتھ پھیلا کے بس دعا کردے

احسان رہے گا

جب تک کہ یہاں ایک بھی انسان رہے گا
عباسؑ کا انسان پہ احسان رہے گا

عباسؑ یہاں اس کی حفاظت کے ہیں ضامن
سایے میں علم کے جو مسلمان رہے گا

یہ مشک و علم خود ہی بناؤں گا میں جب تک
بخشش کیلئے میری یہ سامان رہے گا

جب تک ہے زمانے میں وفادار کی عزت
عباسؑ کا مقروض ہر انسان رہے گا

صد حیف سکینہ کی نہ پیاس اس نے بجھائی
بس آب فرات اس پہ پشیمان رہے گا

نقویؔ کی رگوں میں ہے لہو اپنے نسب کا
عباسؑ کا مدّاح و ثنا خوان رہے گا

علم ہے یہ

مولا عباس کا علم ہے یہ
اسلئے ہمکو محترم ہے یہ

جسکے پانی کے بدلے ہاتھ کٹے
اس علمدار ہی کا غم ہے یہ

ان سے مانگا ہے جب بھی، پایا ہے
میرے عباس کا بھرم ہے یہ

یہ جو قطرے ہیں چشم مومن میں
غم عباس ہی سے نم ہے یہ

تیر مشکیزے میں ہے جو پیوست
اک ستمگار کا ستم ہے یہ

مدح عباس لکھتا ہے نقوی
میرے غازی ہی کا کرم ہے یہ

بہتر کے پاس ہے

شاہی محل میں اور نہ تونگر کے پاس ہے
چابی میرے نصیب کی حیدر کے پاس ہے

کسکی مجال چشمہ کوثر سے آب لے
یہ اختیار ساقی کوثر کے پاس ہے

وہ سب سکون قلب جسے ڈھونڈتے ہو تم
عالم میں صرف سبط پیمبر کے پاس ہے

اسلام کو ملے گی بقا جسکے خون سے
وہ طفل چھ مہینے کا مادر کے پاس ہے

عباسؑ تم کہاں ہو کہ جلتے خیام میں
زینبؑ اکیلی عابدؑ مضطر کے پاس ہے

مانا کہ اِک خدا نے بنائی ہے کائنات
اب اسکی باگ ڈور بہتر کے پاس ہے

پہنچے درِ بہشت پہ تو آئی اک ندا
کنجی درِ بہشت کی حیدرؑ کے پاس ہے

وہ رب نہیں زمان و مکان کی قیود میں
خالق کا گھر تو فاطمہؑ کے گھر کے پاس ہے

نقوی تمام ماخذ شعر و سخن ترا
کرب و بلا میں سبط پیمبرؑ کے پاس ہے

ساقیٔ کوثر کے ساتھ ساتھ

نصرت خدا کی کیوں نہ ہو حیدرؑ کے ساتھ ساتھ
ہر وقت جو رہے ہیں پیمبرؐ کے ساتھ ساتھ

آساں نہیں نیابت ختم الرسلؐ عزیز
اعلیٰ نسب بھی چاہیے منبر کے ساتھ ساتھ

کھایا ہے شیر خوار نے جو حرملہ کا تیر
دامن بھی خوں سے بھر گیا اصغرؑ کے ساتھ ساتھ

پینے کی آرزو ہے ولایت کا جام اگر
چلنا پڑے گا ساقیٔ کوثر کے ساتھ ساتھ

عباسؑ کو حسینؑ نے رخصت کیا تھا جب
خود دوڑتے گئے تھے برادر کے ساتھ ساتھ

یہ دکھ رہا ربابؑ کو جنگل میں لٹ گیا
ملبوسِ شیر خوار بھی چادر کے ساتھ ساتھ

شمر لعین کچھ تو بہن کا خیال کر
اک تیغ دل پہ چلتی ہے خنجر کے ساتھ ساتھ

نقوی ہے اک غلام علیؑ و بتولؑ پاک
امداد ان کی رہتی ہے نوکر کے ساتھ ساتھ

سزا کٹے

لب پر علی کا نام ہو اور غم مرا کٹے
ہر لمحہ میرے دن کا بہ امر خدا کٹے

بے حب اھلبیتؑ عدوئے بتول کی
کچھ ایسے زندگی کٹے جیسے سزا کٹے

لعنت خدائے پاک کی ہے اس لعین پر
خنجر سے جسکی سبط نبیؐ کا گلا کٹے

جب ہو سفر نہ نام علی وولی کے ساتھ
مشکل سے سخت راستے کا فاصلہ کٹے

نقویؔ کی زندگی ہے برائے علی ولی
یہ پنجتنؑ کے نام پہ میرے خدا کٹے

غلام آج

ہوجائیں گی یہ مشکلیں ساری تمام آج
لے آؤ لب پہ مہدئ برحق کا نام آج

تقصیر بخشوا کے ہی اٹھے گا بزم سے
سر کو جھکا کے بیٹھ گیا ہے غلام آج

لعنت کا طوق گردن باطل میں اب بھی ہے
ہے عظمت حسینؑ پہ باقی سلام آج

ظالم کے ساتھ ظلم بھی گمنام ہوگیا
یہ بات ہے زباں زد ہر خاص و عام آج

قیدی نہیں یہ ظالمو آلِ رسولؐ ہیں
تم کس لیے سجاتے ہو بازارِ شام آج

تنہا ہیں دشتِ کرب و بلا میں حسینؑ آپ
کوئی نہیں فرس کی جو پکڑے لگام آج

پیغامِ حق رسولؐ کو پہنچا غدیر میں
بس میں نے تم پہ کردیا دیں کو تمام آج

نقوی کو اب عطا ہو غلامی کی اک سند
لکھا ہے جس نے خونِ جگر سے کلام آج

پہچان یا حسینؑ

بنتا ہے انقلاب کی پہچان یا حسینؑ
جب منہ سے کہنے لگتا ہے انسان یا حسینؑ

جنت کی اس کو ملتی ہے مولا وہیں نوید
ہوجاتا ہے جو تیرا ثنا خوان یا حسینؑ

پانی پلا سکے تھے نہ بچوں کو دشت میں
عباسؑ اب تلک ہیں پشیمان یا حسینؑ

اس کو عطا قیادت ہادی ہو اے خدا
مسلم ہوا ہے آج پریشان یا حسینؑ

دشت بلا میں آن کے دامن بھی آپ کا
اصغرؑ کے خون سے ہوا غلطاں یا حسینؑ

کرب وبلا میں صبر کی معراج ہوگئی
ننھے گلے پہ جب لگا پیکان یا حسینؑ

شام غریباں آ گئی خیمے بھی جل گئے
ناموس اب ہیں بے سروسامان یا حسینؑ

کرم نہیں

ذکر حسینؑ حق کی عبادت سے کم نہیں
دل میں ہے کربلا تو قیامت کا غم نہیں

جس گھر میں ہو نہ ذکر علیؑ و حسینؑ پاک
اس گھر میں رحم اور خدا کا کرم نہیں

اشکِ غمِ حسینؑ نے بخشی ہے روشنی
دل بھی سیاہ ہو گا اگر آنکھ نم نہیں

ہم اسکو مانتے ہی نہیں پیشوائے دیں
دوشِ رسول پاک پہ جسکے قدم نہیں

عالم میں اس جلوس کی تقدیر گمرہی
ہو جس کی رہ نمائی کو شہ کا علم نہیں

جس نے دُکھایا دل کبھی آلِ رسول کا
وہ مومنین کیلئے پھر محترم نہیں

جو لکھ سکے نہ مدحِ علیؑ و بتولؑ پاک
نقوؔی ہمارے ہاتھ میں ایسا قلم نہیں

خطرہ ہے

کب کسی زندگی کو خطرہ ہے
اصل میں آدمی کو خطرہ ہے

بے عمل اسکے ٹھیکیدار بنے
آج دینِ نبی کو خطرہ ہے

سر جھکانا ہر ایک چوکھٹ پر
اب تری زندگی کو خطرہ ہے

سربکف چل پڑے ہیں پنجتنی
ہر عدوئے علیؑ کو خطرہ ہے

کس طرح کا یہ دور ہے نقوؔی
سچ جو بولے اسی کو خطرہ ہے

قطعات

اشک پلکوں پہ تو اپنے دل میں
لے کے عباسؑ کا غم جائے گا
ہر عزادار در جنت پر
لے کے ہاتھوں میں علم جائے گا

یہ نشانی ہے ایک پیاسے کی
ہر کڑے وقت ساتھ دیتا ہے
سچ تو یہ ہے کہ پرچم عباسؑ
مشکلوں سے نجات دیتا ہے

ورد ہے نادِ علیؑ کا لب پر
دل میں عباسؑ کا غم رکھتے ہیں
کچھ نہیں بہر نجات اے نقوی
بس یہ غازیؑ کا علم رکھتے ہیں

بعد حسینؑ دشت میں زہراؑ کی آل کی
کیسے ہوئی ہے رات بسر بھولنا نہیں
جس نے یزیدیت کا گریباں کیا ہے چاک
زہراؑ کی ہے وہ نورِ نظر بھولنا نہیں

غیر سے مانگنے پہ کچھ نہ ملا
اب کسی سے نہیں گلا مجھ کو
یہ بھی بس معجزہ ہے غازیؑ کا
جو بھی مانگا وہی ملا مجھ کو

اس طرح آؤں کا قیامت میں
چہرہ یہ آنسوؤں سے نم ہوگا
میرا اک ہاتھ ہوگا سینے پہ
دوسرے ہاتھ میں علم ہوگا

ذکرِ عباسؑ میں جو بیت سکیں
ایسے لمحات کا سوالی ہوں
میرے ہاتھوں میں ہے بلند علم
میں علمدار کا موالی ہوں

یہ علیؑ کی صفات والا ہے
صبر کی کائنات والا ہے
حشر کی پیاس سے مجھے کیا غم
میرا مولا فرات والا ہے

رخ ہواؤں کے موڑ دیتے ہیں
قصر ظالم کو توڑ دیتے ہیں
نام عباسؑ لے کے ظالم کی
ہم کلائی مروڑ دیتے ہیں

مشکلوں سے نجات میں میری
تیرا غازیؑ کرم نکلتا ہے
نامِ عباسؑ سن کے باطل کا
ہر زمانے میں دم نکلتا ہے

ذکر عباسؑ جب بھی سنتا ہوں
میرا تو ڈھیروں خون بڑھتا ہے
پرچم شاہ کے تلے آ کر
میرے دل کا سکون بڑھتا ہے

آؤ تم کو بتاؤں کیوں ہے یہ حال
ہر مسلمان اضطراب میں ہے
اس کے برعکس ہے عمل اس کا
جو بھی اللہ کی کتاب میں ہے

اس طرح آل ہیں زمانے میں
جس طرح روح ہو بدن کیلئے
یہ زمیں آسماں یہ جن و ملک
سب بنایا ہے پنجتن کیلئے

شاہِ دیں سے دعائیں لیتا ہے
بہر مومن یہ سرفرازی ہے
دشمنوں کا اسے نہیں کچھ ڈر
اس کی نصرت عطائے غازی ہے

دشمن آلِ نبی کا ہو مسلم
بات سمجھو بہت ہی سادہ ہے
یہ وہ کافر ہے جس نے اوڑھا ہوا
تن پہ اسلام کا لبادہ ہے

میں کھڑا تھا کنارے دریا کے
آج پھر میں نے معجزہ دیکھا
میں نے عباس باوفا کا نام
اٹھتی ہر موج پر لکھا دیکھا

درس سب کو وفا کا ملتا ہے
جب مناتے ہیں ہم غمِ عباسؑ
کون کہتا ہے ہم ہیں لاوارث
اپنا وارث ہے پرچمِ عباسؑ

ویسے تو ڈاکٹر ہوں میں لیکن
لوگ کہتے ہیں ہوں قلم والا
بس یہی اک مری حقیقت ہے
میں عزادار ہوں علم والا

میں عزادارِ حسینی ہوں وہی ناصر ہیں
بس اسی آس پہ مشکل میں جیے جاتا ہوں
چل پڑا ہوں میں سوئے کرب و بلا ننگے پاؤں
دونوں ہاتھوں میں علم شہ کا لیے جاتا ہوں

میں عزادار ہوں یوں خُلد میں جانا ہوگا
دامنِ چاک بھی از اشک عزا نم ہوگا
میرے اک ہاتھ سے ہوگا شہِ دیں کا ماتم
دوسرے ہاتھ میں عباس کا پرچم ہوگا

ماتم شاہ کربلا ہم نے
پرچم حق کے اردگرد کیا
مشکلیں چھوڑ چھوڑ کر بھاگیں
جب بھی نادِ علیؑ کا ورد کیا

جونہی مولا علیؑ کا نام لیا
گر رہا تھا کسی نے تھام لیا
مدحِ آلِ نبیؐ میں لکھتا رہا
حق نے کتنا عظیم کام لیا

درِ زہرا کے جو مخالف ہیں
آج ان کا حساب ہوجائے
مشکلوں میں جو یا علیؑ نہ کہے
اس کا خانہ خراب ہوجائے

ان کے در سے جو واسطہ نہ رکھے
اس کا جینا عذاب ہوجائے
مشکلوں میں جو یا علیؑ نہ کہے
اس پہ حق کا عتاب ہوجائے

یاعلی یاعلی کے نعرے سے
دشمن شہ کو تنگ کرتا ہوں
کرکے ماتم اٹھا کے شہ کا علم
ہر یزیدی سے جنگ کرتا ہوں

جو تھا غازی کے پاس کربل میں
ہاں جلوسوں میں وہ علم ہے یہ
چونکہ نسبت ہے اسکو غازی سے
اسلئے سب سے محترم ہے یہ

نام علی کا ورد سنا کر چلا گیا
مجھ کو ملنگ وجد میں لا کر چلا گیا
مشکل کے وقت جب بھی کہا یاعلی مدد
غیبی تھا کوئی مجھ کو چھڑا کر چلا گیا

نادعلی کا ورد زباں پر ہوا جو عام
ہم پر مصیبتوں کا زمانہ نہیں رہا
دیوار ودر پہ جب سے لکھا یا علی مدد
مشکل کا میرے گھر میں ٹھکانہ نہیں رہا

آج بھی ایک جواں کے دل میں
تیز نیزے کی انی باقی ہے
یاد کرنے کے لیے زخمِ حسین
اب بھی زنجیر زنی باقی ہے

جب بھی عالم کا ستم دیکھا ہے
تیرا عباس کرم دیکھا ہے
آج مظلوموں کی بستی میں پھر
میں نے غازی کا علم دیکھا ہے

جب بھی میں گھر گیا مصیبت میں
بس علمدارؑ کا کرم مانگا
اپنی مشکل کشائی کی خاطر
حق سے عباسؑ کا علم مانگا

روضۂ حضرت عباسؑ ہے یہ
کسی حاکم کا یہ دربار نہیں
ان سے جو مانگ لوگے پاؤگے
انکے در پر کبھی انکار نہیں

میں نے غازی کی شان یہ دیکھی
انکے روضے پہ جو بھی آیا ہے
منہ سے کچھ مانگنے سے پہلے ہی
مدعا اسنے اپنا پایا ہے

آ کے مانگوں میں جب بھی زیر علم
وہ کرم مانگنے کے ساتھ کرے
کون ہے جو سوائے غازیؑ کے
مجھ پہ اس طرح التفات کرے

جن کو بھی اقتدار ملا اس جہان میں
امت کا وہ تو ناک ہی میں دم کیا کیے
مظلومیت کے دور میں ہونے کے باوجود
آل رسول سب پہ کرم ہی کیا کیے

منزل حق کی طرف جانے میں
ہر گھڑی راہ کٹھن دیکھی ہے
حق کی آواز جو کرتا ہے بلند
اسکے ہاتھوں میں رسن دیکھی ہے

میں نے شیر خدا سے پوچھا ہے
حق کے معجز نما سے پوچھا
جب بھی مشکل سوال ہو تو جواب
میں نے مشکل کشا سے پوچھا ہے

یہ جو سب کچھ ہے آج میرے پاس
ہے علمدار کی عطا مجھ کو
میں نے جو کچھ بھی جب بھی مانگا ہے
میرے غازی نے دے دیا مجھ کو

جب فرشتوں نے کہا کون ہو تم
فخر سے میں نے عزادار لکھا
خاک پر پھر بہ سوال مولا
اپنی انگلی سے علمدار لکھا

بیچ طوفان میں بند آنکھوں سے
میں نے جب یا علی پکارا تھا
ڈرتے ڈرتے جو آنکھ کھولی تو
بس مرے سامنے کنارا تھا

نصرت حق قدم قدم ہوگی
شہ کا پرچم اٹھا کے ساتھ چلو
خوف جاتا رہے گا مشکل کا
آؤ مشکل کشا کے ساتھ چلو

ظالموں کے دہل گئے ہیں دل
جب بھی ماتم کی گونج گونجی ہے
ذکرِ کرب و بلا و اشکِ عزا
یہ مری عمر بھر کی پونجی ہے

ہم جو کہلاتے ہیں محبِّ علیؑ
حق کا ہم سب پہ التفات ہے یہ
تیرے ایماں کا جزو ہو کہ نہ ہو
میری تو زندگی کی بات ہے یہ

انکے در سے جو دور ہوجائے
وہ یقیناً ہلاک ہوجائے
فاطمہؑ کے جو در پہ آجائے
وہ گناہوں سے پاک ہوجائے

زینبؑ نے مشکلات میں جسکو صدائیں دیں
مشکل میں انکو میں نہ پکاروں تو کیا کروں
اے دوستو بتاؤ مصیبت کے وقت میں
نیچے علم کے میں نہ گزاروں تو کیا کروں

اپنے لشکر میں مجھ کو اے شہ دیں
اک سپاہی قبول کرلینا
خوں بہا کر جو دے رہا ہوں میں
یہ گواہی قبول کرلینا

ان کا در جب بھی چھوٹ جاتا ہے
پھر مقدر ہی پھوٹ جاتا ہے
ان سے جب دور کوئی ہوتا ہے
رابطہ حق سے ٹوٹ جاتا ہے

کون کہتا ہے رونا بدعت ہے
یہ عمل انبیاء کی سنت ہے
رونے سے روکنا ستم کے ساتھ
دوستو اشقیا کی سنت ہے

ظالم کے سامنے کروں اپنی جبیں میں خم
ایسا کبھی خیال ہی پیدا نہ ہوسکا
جھک جاؤں ہو کے پنجتنی پیش ظالمین
اس کا کبھی سوال ہی پیدا نہ ہوسکا

مرثیہ

قیامِ حسینؑ

بغضِ علی ملوکیت وقت چھا گئی
زردی فنا کی دین کے چہرے پہ آ گئی
لالچ کی آگ دین کی مسند جلا گئی
بادِ سموم ملت حق کو سلا گئی
اُمت کو بغض آل کا سرطان ہو گیا
دولت کی آرزو میں مسلمان کھو گیا

فکر یزید دین کی بنیاد ہو گئی
خوف خدا سے زندگی آزاد ہو گئی
سنت رسول پاک کی برباد ہو گئی
بستی عدوئے آل سے آباد ہو گئی
علم و عمل کا کوئی روادار کب رہا
انسان باقی رہ گئے کردار کب رہا

ظلم یزید سے تھی نہ ذی روح کو اماں
اکثر وہ دین حق کی اڑاتا تھا دھجیاں
وہ بن گیا تھا فکر امیہ کا ترجماں
ہو کر نشے میں دُھت یہ کیا کرتا تھا بیاں
اپنے مفاد میں بنو ہاشم کا میل تھا
اسلام اقتدار کی کرسی کا کھیل تھا

جھٹلاتا وہی حق کو بھی اکثر وہ نابکار
دربار میں شراب وہ پیتا تھا بار بار
کر کے حرام کام نہ ہوتا تھا شرمسار
سنت کا بھی لحاظ نہ کرتا ذلیل و خوار
اکثر حرام کام کو کر دیتا تھا حلال
جرأت نہ تھی کسی کی جو کر دے کوئی سوال

بیعت کا خواستگار تھا شیطان کا پسر
نالاں تھا اس کی ذات سے عالم کا ہر بشر
ہر ظلم ڈھا رہا تھا وہ آلِ رسول پر
اس پر نہ ہو رہا تھا کسی بات کا اثر
لمحات کھو گئے تھے صحابہ کے چین کے
بیعت سبھی نے کر لی سوائے حسینؑ کے

دین مبیں کا کوئی سہارا نہیں رہا
اب ڈوبتے ہوؤں کا کنارا نہیں رہا
ظلمت میں جلوہ بار ستارا نہیں رہا
عالم میں حق کا کوئی نظارا نہیں رہا
بے دین جمع ہو گئے قاتل کے چار سو
حق چھوڑ کے سب آ گئے باطل کے چار سو

طاقت نہیں کسی کی کہ باطل کو روک لے
کوئی نہیں تھا بڑھ کہ جو قاتل کو روک لے
آتی تباہیوں کے عوامل کو روک لے
دستِ دراز وحشی و جاہل کو روک لے
وہ دور آ گیا تھا انوکھے نظام کا
قبلے کی تھی خبر نہ پتہ تھا امام کا

فکر یزید قلب مسلماں میں آ گئی
ذہنوں کو شرِ فکرِ امیہ سلا گئی
موج جفا یقیں کے گھروندے گرا گئی
بدعت یزید نحس کی عالم پہ چھا گئی
دور یزید میں یہ سبھی کو یقین ہے
جو کر رہا ہے تخت پہ سلطانِ دین ہے

عالم کو ظلم وجور سے بھرنے لگا یزید
ہر کام دیں کے نام پہ کرنے لگا یزید
دلدل میں بدعتوں کی اترنے لگا یزید
لالچ میں اقتدار کی مرنے لگا یزید
کرنے لگا وہ کام جو روکے تھے دین نے
ہیئت خدا کے دین کی بدلی لعین نے

وہ شہر یار بن گیا کھوٹا تھا جس کا بخت
امت کے خوں سے بڑھ کے تھا اس کو عزیز تخت
اسلام پر اب آ گیا تھا دور کتنا سخت
سوچ اس کی بدنہاد تھی کردار بھی کرخت
کب تھا پہ صرف مذہبی اقدار کا سوال
آنے لگا تھا عظمت انسان پر زوال

بدعت نئی وہ روز چلاتا تھا دین میں
مشکل میں دینِ حق تھا خدا کی زمین میں
سجدہ نہیں، شرر تھا یزیدی جبین میں
اک سانپ کی طرح سے تھا وہ آستین میں
مکر و فریب و ظلم میں جکڑا ہوا تھا وہ
اللہ کی زمین میں اکڑا ہوا تھا وہ

سکوں کے بدلے بک گئے اسلام کے اصول
مسکن برائیوں کی بنی مسند رسول
آنکھوں میں سب عوام کی وہ جھونکتا تھا دھول
زیرِ عتاب آگیا تھا خانۂ بتول
آیا تھا سخت وقت مسلماں کے بخت پر
ظاہر کہاں تھا عدل خلافت کے تخت پر

رستہ خدا کے دین کا بنتا گیا سراب
دیکھا تھا جو رسول نے سچا ہوا وہ خواب
اُف مسندِ خلیفہ سے بٹنے لگی شراب
مکر و فریب دین کو کرنے لگے خراب
فکر و نظر میں دین کا پیغام کب رہا
اسلامی مملکت ہی میں اسلام کب رہا

اصلاح دینِ حق کا نہ امکان تھا کوئی
امت کی مغفرت کا نہ سامان تھا کوئی
سنت بچی ہوئی تھی نہ قرآن تھا کوئی
شکلِ یزید نحس میں شیطان تھا کوئی
ظالم کا ظلم کرب میں تحلیل ہوگیا
حاکم کا حکم باعثِ تذلیل ہوگیا

اسلام مملکت میں بچا تھا برائے نام
فرعون بن کے بیٹھ گیا تھا امیر شام
کوئی نہ تھا جو ڈال دے منہ روز کو لگام
ظالم تھا حکمران تو مظلوم تھے عوام
مکروفریب وظلم کا سالک بنا یزید
فرعونیت کا شام میں مالک بنا یزید

خلق خدا یزید کے سانچے میں ڈھل گئی
جو رسم لا الہ تھی بالکل بدل گئی
نار ہوس میں مسند اسلام جل گئی
دیں کے بدن سے روح حقیقی نکل گئی
فاسق خدا کے دین کا سردار بن گیا
کہنے کو دین کا وہ علمدار بن گیا

کوئی نہیں تھا اب کرے حق کی وہاں جو بات
کوئی نہیں کرے جو سوئے دین التفات
اب کون تھا جو بخش دے اسلام کو ثبات
ذلت میں گم تھی موت تو شرمندہ تھی حیات
باطل کے نامراد سفینے کو روک لے
کوئی نہ تھا جو بڑھ کے کمینے کو روک لے

فکر حسینیت تھی سیاست سے دور دور
مقصد حسین کا تھا خلافت سے دور دور
دل شاہ کا تھا تخت وحکومت سے دور دور
تھی مسند یزید شرافت سے دور دور
یہ بات تھی رسول خدا کے مقام کی
شر کے مقابلے میں خدائی نظام کی

اک شخص کا نہیں یہ تھا افکار کا سوال
اک ذات کا نہیں یہ تھا کردار کا سوال
ظالم سے نفرتوں کے تھا اظہار کا سوال
یہ جنگ کی تھی بات نہ تلوار کا سوال
یہ بات تھی نہ حصولِ زمین کی
دراصل یہ لڑائی تھی احیائے دین کی

محفوظ کب تھا کوئی خدا کی زمین پر
آیا تھا سخت وقت رسالت پہ دین پر
آئی تھی امتحاں کی گھڑی مومنین پر
ناحق لہو تھا قاتلوں کی آستین پر
مالک بنا ہوا تھا ہرانسان کا یزید
قبلہ بنا ہوا تھا مسلمان کا یزید

گر جبر سے نہ مانے تو زر سے خرید کی
اصحاب سارے کر چکے بیعت یزید کی
سب ہاں میں ہاں ملاتے تھے اکثر پلید کی
عزت نہیں رہی تھی کلام مجید کی
عالم میں دین حق کا ترانہ بدل گیا
کچھ ہی برس میں سارا زمانہ بدل گیا

مسجد میں ہو رہی تھی صدا ہجوِ بوترابؑ
سارے بنی امیہ تھے شیطاں کے ہم رکاب
سب اس عمل کو جانتے تھے باعثِ ثواب
بن کر مذاق رہ گئی قرآن سی کتاب
عالم منافقین سے آباد ہو گیا
کار رسول شام میں برباد ہو گیا

سوچو اگر نہ روکتا اس کو علیؑ کا لال
قدریں خدا کے دین کی ہو جاتیں پائمال
سارے حرام کام سمجھتے سبھی حلال
کرتا نہ دین مسخ پہ ظاہر کوئی ملال
ہوتے تر نگ سارے یزیدی عوام کے
عالم میں ہوتے سارے مسلمان نام کے

یہ ماجرا فقط نہ تھا دین رسول کا
یہ معرکہ تھا حق کا خدائی اصول کا
آیا مقابلے میں گھرانا بتول کا
رنگ اور تازہ ہو گیا کانٹوں میں پھول کا
جکڑا ہوا تھا دین کو باطل کے جال نے
بیعت نہ کی یزید کی زہراؑ کے لال نے

آتا علیؑ کے لال کو ایسے میں کیا سکون
کس طرح ہوتے دیکھتا انسانیت کا خون
ہلنے لگے تھے دہر میں سب دین کے ستون
ظالم کے تھا دماغ میں بیعت کا بس جنون
تنہا بہن کو لے کے مسافر نکل پڑا
دیں کا علم اٹھا کے وہ معصوم چل پڑا

مسند کی فکر تھی نہ حکومت کی تھی طلب
نے تخت چاہیے تھا نہ طاقت کی تھی طلب
لالچ نہ شان کی تھی، نہ شوکت کی تھی طلب
راہ خدا میں ان کو شہادت کی تھی طلب
مدِ نظر نہ جان تھی زہراؑ کے لال کو
ملحوظ دیں کی آن تھی زہراؑ کے لال کو

کچھ اس قدر حفاظت امت کا تھا خیال
کنبے کو ساتھ لے کے چلا فاطمہ کا لال
قبرِ رسول چھوڑنے کا تھا بہت ملال
اب یہ بقائے دین محمدؐ کا تھا سوال
اب یہ سفر حسینؑ کا بہرِ نجات ہے
تکمیلِ کارِ شاہ میں زینب بھی ساتھ ہے

پیشِ نظر حسینؑ کے باطل سے تھی وغا
رشکِ قمر کے سامنے امت کی تھی ضیا
عالی نظر کے روبرو تھی دین کی جلا
عمراں کا گھر چلا کہ وہ باطل کو دے سزا
پنہاں اسی سفر میں تو راہ نجات ہے
زینبؑ کو ہے سکوں کہ علمدارؑ ساتھ ہے

فکرِ رسول لے کے چلا ابن بوتراب
خونِ بتول لے کے چلا ابن بوتراب
حق کے اصول لے کے چلا ابن بوتراب
اصغرؑ سا پھول لے کے چلا ابن بوتراب
فکرِ یزید وقت کو لعنت بنا گیا
کنبے کے ساتھ دشتِ مصیبت میں آ گیا

بیعت نہ کی یزید کی عین الیقین نے
پھر کربلا میں آن کے گھیرا لعین نے
کچھ اس قدر سکون دیا اس زمین نے
برپا کئے خیام وہیں شاہِ دین نے
حکمِ لعیں سے پانی تلک بند ہوگیا
جو امتحانِ دشت تھا دہ چند ہوگیا

سارے حسینؑ کے تھے علیؑ کی طرح اصول
اب بھی علیؑ کے لال نے بیعت نہ کی قبول
اس وقت داؤ پر تھی لگی عزتِ رسولؐ
اب مصلحت سے ہٹ گیا تھا خانۂ بتولؑ
جنگل سپاہ فکر یزیدی سے اٹ گیا
زہراؑ کا لال حق پہ اکیلے ہی ڈٹ گیا

غفلت سے اہلِ دیں کو جگانے لگے حسینؑ
تصویرِ حق لہو سے بنانے لگے حسینؑ
جور و جفا کے قصر گرانے لگے حسینؑ
نقشِ یزیدیت کو مٹانے لگے حسینؑ
جورِ یزیدیت سے رہائی کے واسطے
آمادہ شاہِ دیں ہیں لڑائی کے واسطے

عاشور کو لڑی وہ لڑائی حسینؑ نے
اسلام کو دلائی رہائی حسینؑ نے
باطل کی ہر شبیہ مٹائی حسینؑ نے
مسند یزیدیت کی جلائی حسینؑ نے
مظلوم کو جہان کی زینت بنا دیا
شبیرؑ نے یزید کو عبرت بنا دیا

شبیرؑ نے رقم کیا انسانیت کا باب
نام حسینؑ بن گیا عنوان انقلاب
گردوں پہ جلوہ گر ہوا زہراؑ کا آفتاب
جور و جفا کا لے لیا ملعون سے حساب
کار حسینؑ مقصد انسان بن گیا
غم شاہِ دیں کا صبر کی پہچان بن گیا

سوئے ہوئے ضمیر جگاتا نہ یہ اگر
جو روجفا کے سامنے آتا نہ یہ اگر
دین محمدیؐ کو بچاتا نہ یہ اگر
لاشِ پسر کو رن میں اٹھاتا نہ یہ اگر
مشکل خدا کے دین کی آساں نہ ہوتی پھر
امت رسول پاک کی انساں نہ ہوتی پھر

عاشور کو حسینؑ بھرا گھر لٹا چکے
ہاتھوں سے شیرخوار کی تربت بنا چکے
عباسؑ سا غیور برادر گنوا چکے
اکبرؑ کا زخم اپنے جگر پر سجا چکے
جلوہ دکھانا چاہا حسینی جلال نے
پھر قصدِ جنگ کرلیا زہراؑ کے لال نے

شبیرؑ ذوالجناح پہ پھر ہوگئے سوار
آئی نیام سے ذرا باہر جو ذوالفقار
اس کی چمک سے ہوگیا روشن وہ کارزار
ابنِ علی کے ہاتھ میں تھی تیغ، بیقرار
حملہ کیا جو فوج پہ زہراؑ کے چین نے
پھر جنگ کی بساط الٹ دی حسین نے

لشکر سے کہہ رہا تھا وہ خلق خدا کا ناز
امت ہو تم رسول کی ہے بس یہی جواز
میں کر رہا تھا جنگ سے خود آپ احتراز
تم کو خبر نہ حق کی نہ باطل میں امتیاز
کیا مل گیا تمہیں علی اصغرؑ کو مار کے
بھگتو نتائج اب علی اکبرؑ پہ وار کے

یہ سن کے ذوالفقار علی بھی بپھر گئی
سرتن پر اس طرف نہ رہے یہ جدھر گئی
دولخت جسم کر کے زمیں تک اتر گئی
بھاگی سپاہ شام جہاں تک نظر گئی
چلاتے تھے کہ جان بچالو کسی طرح
سرتن پہ اپنے آج سنبھالو کسی طرح

بڑھ بڑھ کے وار کرتا تھا زہرا کا نور عین
حملوں کے ساتھ بڑھ گیا لشکر میں شور و شین
مشکل میں تھے سوار نہ رہوار کو تھا چین
آواز اٹھ رہی تھی اماں دیجے یا حسین
کہتے تھے ہے یہ ضرب تمہاری حیات پر
عباسؑ کو جو تم نے ہے مارا فرات پر

اس طرح بھاگتے نظر آتے تھے وہ لعین
گھوڑا کہیں سوار کہیں اور کہیں پہ زین
گر جاتے تھے تو خوف سے اٹھتی نہ تھی جبین
لشکر پہ تنگ ہوگئی اللہ کی زمین
کتنے تو خوف ہی سے جہاں سے گزر گئے
اک دوسرے کے پاؤں تلے آ کے مر گئے

حیدر کا لال دشت میں جاتا تھا جس طرف
لشکر سروں کو تن پہ نہ پاتا تھا اس طرف
سایہ بھی ذوالفقار کا آتا تھا جس طرف
لاشوں کو بھی نہ کوئی اٹھاتا تھا اس طرف
شہ اس طرح یزید کے لشکر پہ چھا گئے
لوگوں کو کربلا میں علیؑ یاد آ گئے

ایسے میں حق کی آئی صدا بس بنی کے چین
ہے منتظر تمہارا خدا شاہ مشرقین
یہ سن کے رن میں رک گیا حیدر کا نور عین
تلوار اپنی، نیام میں رکھنے لگے حسینؑ
اتنا یقین شہ کو تھا اس بارگاہ پر
بیٹھے وہ ذوالجناح پہ، اپنا جھکا کے سر

پھر ہر طرف سے فوج نے گھیرا امام کو
غیرت نہیں بچی تھی لعینوں میں نام کو
اب ہر طرف سے زخم لگے تشنہ کام کو
پتھر بھی مارتے تھے وہ عالی مقام کو
باہر بہن کو دیکھ کے گھبرا گئے حسینؑ
خوں اتنا بہہ گیا تھا کہ تھرا گئے حسینؑ

امت نے رشتہ دشت میں توڑا امام سے
مانوس اس قدر تھا وہ گھوڑا امام سے
وقت اجل بھی منہ کو نہ موڑا امام سے
رشتہ وفا کا اس طرح جوڑا امام سے
مولا نہ جب ٹھہر سکے گھوڑے کی زین پر
گھٹنے لگا کے اس نے اتارا زمین پر

زینب نے اک بلندی سے دیکھا یہ ماجرا
چلائی رن میں گر گیا زہراؑ کا لاڈلا
خنجر بکف حسینؑ کی جانب لعیں بڑھا
عباسؑ تم کہاں ہو نہیں کوئی آسرا
سر کاٹنے کی فکر میں فوج یزید ہے
عباسؑ اب تمہاری ضرورت شدید ہے

بابا علیؑ کہاں ہو مصیبت میں ہے پسر
سنتی رہی ہوں گریۂ مادر میں رات بھر
نانا ہے تم کو اپنے نواسے کی کچھ خبر
بھیا حسنؑ اب آؤ گے بھائی کی لاش پر
ہاتھوں سے اپنے آن کے میت اٹھاؤ گے
کٹ جائے گا حسین کا سر کیا پھر آؤ گے

کوئی بچا لے آ کے شہ مشرقین کو
پالا ہے چکی پیس کے ماں نے حسینؑ کو
دیکھو تو آ کے مولا علیؑ نورِ عین کو
آ کر چھڑا لو فاطمہ زہراؑ کے چین کو
سر ننگے دشت میں بہن آئی ہے المدد
خنجر تلے حسین سا بھائی ہے المدد

عباس آؤ دشت میں انساں نہیں رہے
شہ کی مدد کو اکبر ذیشاں نہیں رہے
گھوڑے پہ اپنے شاہ شہیداں نہیں رہے
زینبؑ کے حق میں درد کے درماں نہیں رہے
ماں جائے کو غریب کو زہراؑ کے چین کو
کوئی نہیں بچائے جو آ کر حسین کو

عباسؑ پھر بہن نے بلایا ہے لو خبر
گھوڑے سے شہ کو رن میں گرایا ہے لو خبر
خنجر بکف لعین اب آیا ہے لو خبر
شمر لعیں نے ظلم رچایا ہے لو خبر
تلوار کھینچ لیتے تھے تم بات بات پر
اب سو رہے ہو چھوڑ کے تنہا فرات پر

ایسے میں دیکھا زینب کبریٰ نے ایک بار
سجدے میں پشت شاہ پہ قاتل ہوا سوار
رکھی گلے پہ شاہ کے خنجر کی تیز دھار
چلائی اس کو دیکھ کے زینب جگر فگار
لِلّٰہ فاطمہ کی کمائی کو چھوڑ دے
اے شمر رک ذرا مرے بھائی کو چھوڑ دے

یہ سن کے بھی ڈرا نہیں مطلق ستم شعار
تھی گردنِ حسین پہ خنجر کی تیز دھار
آئی ندا بتول کے بیٹے ترے نثار
سب انبیاء حسین پہ ہوتے تھے اشک بار
غم دو جہاں کا دشت بلا میں سمٹ گیا
زینبؑ کے سامنے سرِ مظلوم کٹ گیا

العباسؑ

مرثیہ حضرت عباس علیہ السلام

سچ ہے ازل کے دن ہی سے ہے خودغرض بشر
رہتا ہے اس کے نفس پر اغراض کا اثر
حق بات کرنا بھی تو ہے اک فرض معتبر
مخلص ہو دین سے تو ہے انساں بلندتر
دراصل احترام عقیدت کی ہے اساس
ایثار کا یہ جذبہ محبت کی ہے اساس

ایثار کا یہ جذبہ بنا ہے بشر کا ناز
اس سے ہوا ہے نفرت و الفت میں امتیاز
اس سے اگر ہو خالی تو بیکار ہے نماز
قربانی انبیا کو بھی کرتی ہے سرفراز
الفت کا اب جہاں میں وہ معیار ہی نہیں
حرص و ہوس ہے قلب میں ایثار ہی نہیں

ایثار کا زمانے میں جذبہ نہیں رہا
دعویٰ ہے اور وفا کا قرینہ نہیں رہا
اب ایک دوسرے پہ بھروسا نہیں رہا
کوئی بشر کسی کا سہارا نہیں رہا
حرکت یہ کرتے پھرتے ہیں انسان کی طرح
لیکن رویے رکھتے ہیں حیوان کی طرح

جس میں اگر یہ خصلت ایثار ہی نہیں
پھر وہ محبتوں کا سزا وار ہی نہیں
غفلت میں اس کی روح ہے بیدار ہی نہیں
سب کچھ سہی مگر وہ وفا دار ہی نہیں
ہر شخص کا ہے دعویٰ محبت کا دیکھ لو
ہر تن پہ ہے لبادہ شرافت کا دیکھ لو

اپنی ہی زندگی میں ہے اب مست آدمی
دولت کے ساتھ ہوگیا پیوست آدمی
ایثار سے ہوا ہے تہی دست آدمی
الفت سے دور تر ہے سرِ دست آدمی
حق کب ملے گا آج تمہیں معتبر کے پاس
اب تو نہیں ہے شر کے سوا کچھ بشر کے پاس

آنکھیں اسی طرح ہیں مگر وہ نظر نہیں
عالم برائے نام ہے وہ معتبر نہیں
دعویٰ حمیتوں کا ہے اس کا اثر نہیں
ایثار و وفا دور فرض کی اپنے خبر نہیں
یہ دور آ گیا ہے انوکھے نظام کا
ملتا نہیں جواب کسی سے سلام کا

ایثار کی جہان میں دولت نہیں رہی
دعوے بہت ہیں اصل محبت نہیں رہی
انساں کے خون کی بھی وہ قیمت نہیں رہی
ظالم سے جنگ کرنے کی طاقت نہیں رہی
اب آدمی مشین ہے میرے خیال میں
یہ پھنس گیا ہے دولت دنیا کے جال میں

جنس وفا میں ہوگئی معیار کی کمی
نفرت کا بیج بن گئی ایثار کی کمی
ایثار کی کمی سے ہے کردار کی کمی
ظاہر ہوئی ہے حُبِّ علمدار کی کمی
دوری حسینیت سے تباہی میں ڈھل گئی
تصویرِ خُلق نارِ یزیدی میں جل گئی

عالم میں ہے خلوص کا ایثار راستہ
ایثار کے عروج ہی کا نام ہے وفا
معراج خُلق ہی کا نمونہ ہے کربلا
دشت وفا سے مل گئی ایثار کو جلا
قربانیوں کا دشت میں معیار مل گیا
اور لشکرِ وفا کو علمدار مل گیا

رسم وفا میں بات ڈھلی کربلا کے بعد
ایثار کی یہ شمع جلی کربلا کے بعد
عباسؑ ہیں مثال علیؑ کربلا کے بعد
جن سے وفا کی ریت چلی کربلا کے بعد
مظلوم دو جہاں کو سکندر بنا دیا
عباسؑ نے وفا کا مقدر بنا دیا

عباسؑ ہی سے دہر میں آرائشِ وفا
ان کا عمل تمام وفا کا ہے آئینہ
شانے کٹا کے لے لیا جنت کا راستہ
ان کے عمل سے دینِ خدا کو ملی بقا
عباسؑ وہ خلوص کا پیکر کہیں جسے
شیر خدا کی ذات کا جو ہر کہیں جسے

عباسؑ تاجدار وفا جلوۂ جلی
اخلاص کا وفاؤں کا ایثار کا ولی
عباسؑ لے کے تیغ جو چل دے تو ہے علیؑ
اس کے عمل سے شمعِ خلوص و وفا جلی
یہ بھی تو معجزہ ہے پیمبرؐ کی آل کا
قائم علم ہے آج بھی حیدرؑ کے لال کا

عباس وہ جری ہے جسے دیکھ کر عدو
کرتا ہے اپنے مرنے کی میداں میں آرزو
تھی کربلا میں جسکو شہادت کی جستجو
جس کا لب فرات گرا خاک پر لہو
جس نے خلیلی خواب کو تعبیر بخش دی
نام وفا کو دشت میں توقیر بخش دی

پانی کے ساتھ جس نے لہو بھی بہا دیا
عباس نے وفا کا قرینہ سکھا دیا
ہر مفلس جہاں کو تو نگر بنا دیا
قطرے کو معجزے سے سمندر بنا دیا
باطل کی مومنوں سے کدورت ہے آج بھی
عباس کے عمل کی ضرورت ہے آج بھی

عباسؑ فاطمہؑ کی دعاؤں کا ہے اثر
عباس کی اماں میں رہا فاطمہؑ کا گھر
منصب گئے تھے حیدر کرار سونپ کر
بازو کٹے جدا ہوا دریا پہ تن سے سر
انسان کو دوام ملا کربلا کے بعد
معراج ہے وفا کی اسی باوفا کے بعد

گھر سے چلے حسینؑ تو ان پر تھا اعتبار
ان کے وجود سے دل زینبؑ کو تھا قرار
ان کے دم پہ جیش سے اُخوت کا تھا مدار
عباسؑ پر ہی آل نبیؐ کا تھا انحصار
کرب وبلا میں آن کے سردار ہوگئے
عباسؑ فوج حق کے علمدار ہوگئے

عباسؑ نے سکینہؑ کو حق سے کیا طلب
تھی زندگی بھتیجی کی عباسؑ کے سبب
بچے جو تین روز سے پیاسے تھے روز وشب
بالی سکینہؑ ان سے تھی کہتی بہ امرِ رب
کچھ دیر صبر کرلو ابھی آئیں گے چچا
پانی کی مشک نہر سے بھر لائیں گے چچا

خیمے میں ہے سکینہؑ تو عباسؑ اس طرف
امید اس طرف ہے تو احساس اس طرف
بچوں کی تشنگی پہ ہے وسواس اس طرف
اک آس اس طرف ہے تو اک آس اُس طرف
شبیر درد و ہجر کی صورت بنائے ہیں
اذنِ جہاد کے لئے عباس آئے ہیں

ہتھیاروں سے ہے لیس علمدارؑ باوقار
ہے اذن جنگ کے لیے عباسؑ بیقرار
سرگوشیاں ہیں فوج میں محتاط ہوشیار
بس جنگ کے ہے اذن کا غازیؑ کو انتظار
شیر خدا کا شیر ہے غصے میں ہے بھرا
ہے ہاتھ اس کا قبضۂ شمشیر پر دھرا

غازی نے سر جھکا کے ادب سے کیا کلام
اب اور ضبط کا نہیں یارا مرے امام
دیں اذن اب جہاد کا بے تاب ہے غلام
فوج یزید آ گئی بڑھ کر سوئے خیام
اب اور صبر و ضبط کا یارا نہیں رہا
ان سے جہاد کے سوا چارہ نہیں رہا

بولے حسینؑ تم سے ہے ہم سب کا افتخار
تم سے ہی ہے سپاہ حسینؑ کا ایک وقار
زیر علم ہی زینبؑ کبریٰ کو ہے قرار
عباسؑ تم سے باقی ہے پردے کا اعتبار
پردیس میں جہاں سے گزرنے کے واسطے
کس طرح بھیج دوں تمہیں مرنے کے واسطے

کب تاب چوں چرا کی تھی حکم امام میں
سر کو جھکا کے آ گئے غازیؑ خیام میں
دیکھا کہ ہے سکینہؑ کھڑی احترام میں
گویائی کی بھی تاب نہیں تشنہ کام میں
ہتھیار اپنے تن پہ چچا نے سجائے ہیں
شاید یہ پانی سب کے لئے لے کے آئے ہیں

عباسؑ نے اٹھا کے اسے گود میں کہا
اذن جہاد شاہ امم سے نہ لے سکا
تم ہی بتاؤ کیا کرے مجبور ہے چچا
اب سب کی پیاس کا کوئی ساماں کرے خدا
اب اتنا ایک فرض سکینہؑ ادا کرو
بیٹی چچا کے واسطے تم بھی دعا کرو

یہ سن کے وہ گئی پس پردہ جگر فگار
اک خالی مشک ہاتھوں میں لے آئی سوگوار
پھر بولی عموؑ پیاس سے بچے ہیں بیقرار
اذن جہاد پر تو نہیں کوئی اختیار
لے جائیں خشک مشک علی کے پسر کے پاس
اب اذنِ آب کے لیے جائیں پدر کے پاس

اصغرؑ پڑا ہے پیاس سے بے حال جایئے
پانی سے بھر کے مشک مری جلد لایئے
پیاسے ہیں تین روز سے پانی پلایئے
اپنا یہ فرض آج چچا جاں نبھایئے
بدحال پیاس سے ہیں انہیں آب دیجئے
اصغرؑ کا واسطہ انہیں سیراب کیجئے

عباسؑ نکلے خیمے سے پھر چشم نم کے ساتھ
شبیرؑ کی طرف گئے مشک وعلم کے ساتھ
عباسؑ جا رہے ہیں حسینی بھرم کے ساتھ
اور خواہش جہاد ہے اہل ستم کے ساتھ
کی عرض شہ سے خشک ہیں حلقوم پیاس سے
غش میں پڑے ہیں اصغرؑ معصوم پیاس سے

یا شاہ اذن دے دیں اگر اس غلام کو
سیراب آج کردوں ہر اک تشنہ کام کو
دریا کو چھین کر میں الٹ دوں نظام کو
ترسیں گے پھر عدو ترے پانی کے نام کو
پیاسوں کا مجھکو فرض حفاظت عطا کریں
مشکیزہ بھر کے لاؤں اجازت عطا کریں

بولے حسینؑ پانی پہ بچوں کی ہے نظر
دست وفا ہے قبضۂ شمشیر پر مگر
جاؤ سوئے فرات فقط نیزہ تان کر
دنیا کرے گی رشک تمھارے جلال پر
جانے لگا غیور جو تیغوں کی چھاؤں میں
تلوار رکھ دی کھول کے مولا کے پاؤں میں

غازی ہوا روانہ لئے مشک اور علم
ظالم پکارے جائیں گے اب ہم سوئے عدم
زینب کو یاد آ گئے بابا کے دم قدم
دریا کی موجیں رک گئیں دہشت سے ایک دم
بولے عدو کہ سامنے اب موت آ گئی
عباس کے وجود سے ہیبت سا گئی

دریا کی سمت چلتے ہوئے وہ تھا دبدبہ
ساحل کو چھوڑ چھوڑ کر بھاگی سبھی سپاہ
پھیلا کے ہاتھ بچوں نے خیموں میں کی دعا
رکھنا ہمارے سقے کو قائم تو اے خدا
قبضہ کیا فرات پہ تنہا ہی شیر نے
چاروں طرف سے فوج لگی ان کو گھیرنے

غازی نے راہوار سے پھر یہ کیا کلام
تو پی لے تین دن سے ہے تو بھی تو تشنہ کام
ہم پر تو بن سکینہ کے پانی ہوا حرام
خیمے میں تشنہ بیٹھی ہیں زینب فلک مقام
غازی نے اپنا پاؤں نکالا رکاب سے
مشک سکینہ بھر لی بڑی آب و تاب سے

بھر کر چلے جو مشک تو اڈی سپاہ شام
میدان میں چمکنے لگیں برچھیاں تمام
دریا کنارے ہوگیا فوجوں کا اژدہام
اک دوسرے سے کرنے لگے موت کا کلام
پانی سے پُر یہ مشک جو پہنچی خیام میں
ہوں گے نہ ہم معاف یزیدی نظام میں

یہ سن کے فوج شام نے حملہ بڑا کیا
لشکر کا اس دلیر نے خود سامنا کیا
غازی نے ایک نیزے سے محشر بپا کیا
سونپا گیا جو فرض تھا اس کو ادا کیا
حملے کا جب جواب دیا اس دلیر نے
ساحل پہ موت آ گئی لشکر کو گھیرنے

ہر سمت الاماں کی صدا ہوگئی بلند
خون عدو تھا نیزے کو کچھ اس قدر پسند
آجائے اس طرف نہ عدو سب تھے فکرمند
عباس کی تھی مٹھی میں لشکر کی جان بند
غازی سے خوف کھاتے تھے گھبراتے تھے لعیں
میدان چھوڑ چھوڑ کے سب جاتے تھے لعیں

حملے کا شیر کرتا تھا آغاز اُس طرف
جسموں سے روح کرتی تھی پرواز اِس طرف
ضربِ علیؑ کا ہوتا تھا انداز اس طرف
آتی تھی الاماں ہی کی آواز اس طرف
دشمن ڈرے تھے نائبِ دلدل سوار سے
بے روح جسم ہوتے تھے غازی کے وار سے

غازی یہ چاہتا تھا کہ فوراً علم کے ساتھ
ہو جلد مشک خیمے میں حق کے کرم کے ساتھ
تاخیر ہو نہ جنگ میں اہلِ ستم کے ساتھ
پانی پیئے سکینہ بھی اہلِ حرم کے ساتھ
تیروں کے مینہ میں مشک پہ جھک جاتا تھا جری
جوہر علیؑ کے خون کے دکھلاتا تھا جری

تیر و تبر سے مشک بچاتا تھا شہسوار
گھوڑا سوئے خیام اڑاتا تھا شہسوار
جوہر علیؑ کے خوں کے دکھاتا تھا شہسوار
دراصل کیا وفا ہے بتاتا تھا شہسوار
مشکیزے کی تھی فکر فقط اس دلیر کو
اب جنگ سے غرض نہ تھی حیدرؑ کے شیر کو

بیٹھا تھا اک لعین چھپا انتظار میں
بازو کیا بدن سے جدا ایک وار میں
بکھرا لہو دلیر کا اس ریگزار میں
اَب بھی بچانا مشک جو تھا اختیار میں
محروم غازی ہو گیا جب دائیں ہاتھ سے
مشکیزہ اس نے تھام لیا بائیں ہاتھ سے

سنبھلا نہیں تھا شیر ہوا ایک اور وار
محروم اب تھا دوسرے بازو سے شہسوار
پانی کی مشک پر نہ رہا کوئی اختیار
پھر بھی نہ مضطرب ہوا عباسؑ ذی وقار
نظروں کے سامنے جو تھے خیمے امام کے
گھوڑا بھگایا مشک کو دانتوں میں تھام کے

نیزے کہیں تو جسم پہ برچھی کہیں پہ کھائی
پر مشک اپنی تیروں سے عباسؑ نے بچائی
خواہش یہ تھی نہ پیاسا رہے کربلا میں بھائی
بچ جائے ریگزار میں زہراؑ کی سب کمائی
آنکھوں کو بند کر کے دعا کرتے تھے جناب
زخموں سے چور ہو کے وفا کرتے تھے جناب

ناگاہ ایک تیر لگا آ کے مشک پر
پانی سے اور لہو سے ہوا جسم تر بہ تر
بچے دعائیں مانگ رہے تھے بہ چشم تر
غازیؑ نے گھوڑا موڑ لیا بس جھکا کے سر
سر پر لگا جو گرز تو چکرا گیا جری
اور زین سے زمیں کی طرف آ گیا جری

اک ٹیلے سے حسینؑ نے دیکھا یہ ماجرا
چلائے، کیا ہوا مرے عباس کیا ہوا
اس نے نہیں پکارا مدد کو وہ گر گیا
دیکھوں میں کس نظر سے یہ دلدوز سانحہ
آواز دی حسینؑ نے امداد یا علیؑ
سُن لیجئے بس اب مری فریاد یا علی

پکڑے ہوئے کمر چلے جاتے تھے شاہ دیں
آنکھوں سے اپنی اشک بہاتے تھے شاہ دیں
ریتی سے قطع ہاتھ اٹھاتے تھے شاہ دیں
دریا کو پھر یہ بات سناتے تھے شاہ دیں
بھیجا تھا مشک دے کے ترے پاس کیا ہوا
پانی جو لینے آیا تھا عباسؑ کیا ہوا

پھر کہتے تھے کہ بات کرو مجھ سے میرے بھائی
پانی گئے تھے لینے بہت دیر کیوں لگائی
لگتا ہے کربلا میں میری لٹ گئی کمائی
عباسؑ کی صدا سرِ دریا سے پھر یہ آئی
شرمندہ ہوں امام خدا حافظ و نصیر
جاتا ہے یہ غلام خدا حافظ و نصیر

جس وقت پہنچے لاشِ علمدارؑ پر حسینؑ
دیکھا کہ خوں میں غلطاں ہے حیدرؑ کا نورِ عین
لپٹا کے اپنے سینے سے کرنے لگے یہ بین
آنکھیں تو کھولو آئے مرے دل کو کچھ تو چین
کہتے تھے آنکھ کھولو کہ آیا تمہارا بھائی
اور کچھ تو منہ سے بولو کہ آیا تمہارا بھائی

بولے فلک کو دیکھ کے یہ شاہِ کربلا
راضی ہوں میں اسی پر جو مولا کی ہے رضا
یا رب نہ مجھ سے چھین یہ حیدرؑ کا آئینہ
زینبؑ کہاں سے لائے گی اس غم کا حوصلہ
یا رب نہ چھین مجھ سے مرا ضوفشاں قمر
لوٹا دے آج مجھ کو مری طاقتِ کمر

عباسؑ نے جو غش میں سنا کلمہ حسینؑ
دیکھا کہ پاس آیا ہے زہراؑ کے دل کا چین
فرمایا مجھ کو بخش دیں حیدر کے نور عین
زینب کہیں نہ خیمے میں کرنے لگی ہو بین
زحمت نہ ہو تو کیجئے بس ایک میرا کام
قدموں پہ اپنے سر مرا رکھ دیں مرے امام

شبیر بولے حد ہے غلامی کی اے دلیر
سارا جہان کہتا ہے تم کو علی کا شیر
تم تو زبر رہے ہو ہمیشہ ہوئے نہ زیر
اب مجھ کو چھوڑے جاتے ہو قسمت کا ہے یہ پھیر
لگ جاؤ میرے سینے سے جاؤ نہ ہم سے دور
بھائی کو بھائی کہہ کے پکارو مرے غیور

غازی نے گڑگڑا کے کہا میری کیا مجال
میں جانتا ہوں آپ ہی ہیں فاطمہ کے لال
ہو آپ سے مقابلہ کوئی نہیں سوال
زہراؑ کے آفتاب کو آنا نہیں زوال
مجھ کو خدا نے شکر ہے سقا بنا دیا
افسوس ہے بھتیجی کو پانی نہ لا سکا

مولا جو آپ لوٹ کے خیموں کی سمت جائیں
سقائی کی یہ کوششیں بچوں کو مت بتائیں
مشکیزہ خون سے بھرا بچی کو مت دکھائیں
لے جا کے یہ علم میری ہمشیر کو تھمائیں
وعدہ کریں کہ دم نہیں باقی غلام میں
مولا نہ لے کے لاش کو جائیں خیام میں

گر ہوسکے تو قبر سرِ نہر ہی بنائیں
لاشہ مرا سکینہؑ کمسن کو مت دکھائیں
عابدؑ کو جا کے بس یہ وصیت دی سنائیں
زینبؑ کے ساتھ بارِ علمداری وہ اٹھائیں
جاتا ہے یہ غلام خدا حافظ اے حسینؑ
عباسؑ کے امام خدا حافظ اے حسینؑ

اتنے میں آہ موت کی ہچکی انہیں لگی
غازی کے روئے پاک پہ زردی بکھر گئی
پھر باوفا کی جاں سوئے خلدِ بریں چلی
خیمے کے در سے بالی سکینہؑ پکار اٹھی
دریا پہ نصب ہوگیا عباسؑ کا علم
بابا بھی رو رہے ہیں یہ ٹوٹا ہے کیا ستم

عباسؑ کا علم سرِ دریا ہے کیوں گرا
یہ نہر علقمہ پہ ہے رونے کی کیوں صدا
عمامہ سر سے سید والا کے گر پڑا
مشکیزہ شہ کے ہاتھ میں ہے خون سے بھرا
دادا علیؑ کو شہ نے پکارا فرات پر
لگتا ہے میرے سقے کو مارا فرات پر

دیکھو سوئے خیام چلے آتے ہیں حسینؑ
اکبرؑ سنبھالتے ہیں تو گر جاتے ہیں حسینؑ
مشک و علم بھی خوں سے بھرا لاتے ہیں حسینؑ
پھر اپنی لاڈلی سے یہ فرماتے ہیں حسینؑ
پانی کا ہو سکے گا نہ سامان ہائے ہائے
دریا پہ سو گئے ہیں چچا جان ہائے ہائے

وہ بولی مشک پر ہے لگا کس کا یہ لہو
ہنستے ہیں کس کی موت پہ دریا پہ سب عدو
مشک و علم کی پھیلی ہے خوشبو بھی چارسو
ہم کو ستا رہے ہیں مسلسل یہ حیلہ جو
اس کربلا نے ہم کو ہیں صدمے بہت دے
عمو سے جا رہی ہوں ملاقات کے لئے

یہ کہہ کہ دوڑی نہر کی جانب وہ سوگوار
معصوم کہہ رہی تھی کہ عمو کے میں نثار
اس دشت میں حسینؑ کا ہے کون غمگسار
پانی کا اب نہیں ہے چچا مجھ کو انتظار
تم ہو چچا کہاں یہ بھتیجی بلاتی ہے
ملنے کو اب سکینہؑ سرِ نہر آتی ہے

روکا جو شاہِ دیں نے گری فرش خاک پر
گودی میں لے کے کہنے لگے یوں بچشمِ تر
فرمایا اے سکینہؑ تمہیں کچھ ہے یہ خبر
ہنگام عصر کاٹیں گے خنجر سے میرا سر
چادر لٹے گی خیمے جلیں گے بوقت شام
ہم بھی جہاں سے کوچ کریں گے بوقت شام

☆☆☆☆☆

ختم شد الحمد للہ